تصنیف کی جاسکتی ہے، اگرچہ استنباطِ نتائج وغیرہ مین پھر بھی کہین کہین قلم مین لغزش آگئی ہے، جس کی تلافی مترجم نے اپنے تعلیقات مین کسی نہ کسی حد تک تصحیح کردی ہے، اس کتاب کی تلخیص کی اشاعت کا سلسلہ الہلال کلکتہ دورِ جدید مین مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی کے قلم سے نکلنا شروع ہوا تھا، جو الہلال کے بند ہوجانیکے بعد موقوف ہوگیا اور اب شیخ حسام الدین صاحب بی اے نے تلخیص کے بجائے اس کے مکمل ترجمہ کی مفید خدمت اپنے ایامِ اسیری مین انجام دی ہے، ترجمہ نہایت صاف، سلیس اور رواں ہے، ابتدا مین مولوی عبد الرحیم خان پوپلزی پشاور کے قلم سے ایک مقدمہ ثبت ہے، جسمین کتاب پر تبصرہ کیا گیا ہے، امید ہے کہ اردو دان طبقہ اسکے مطالعہ سے فائدہ اٹھائیگا،

انگریزی افسانے، مرتبہ جناب عبد القادر صاحب سروری ناشر انجمن امداد باہمی مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن، حجم ۳۰۰ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت عہ

مکتبہ ابراہیمیہ نے "دنیا کے شاہکار افسانے" کی اشاعت کا جو سلسلہ جاری کیا ہے، اس کا یہ دوسرا حصہ ہے جسمین انگریزی زبان کے کل ۱۴ منتخب و مختصر افسانون کا ترجمہ کیا گیا ہے، ہر افسانہ کی ابتدا میں افسانہ نگار اور اس کا مختصر تعارف درج کیا گیا ہے،

ہندو اخلاقیات، مترجمہ مولوی غلام ربانی صاحب مدرس مدرسہ ... اسکول اورنگ آباد، پتہ ... ایجنٹ کتب فروش ... بازار حیدرآباد دکن، ضخامت ۱۲۰ صفحات، قیمت عہ

جناب جی اے چند اورکر صاحب بی اے ایم آر اے ایس نے انگریزی زبان مین ایک کتاب ہندو اخلاقیات پر تالیف کی ہے، اسی رسالہ کا اردو ترجمہ خود مصنف کی فرمایش سے مولوی غلام ربانی صاحب نے کیا ہے، ترجمہ نہایت صاف، سلیس اور رواں ہے، کتاب پندرہ ابواب پر منقسم ہے، جسمین وید، اپنشد، شاستر، گیتا اور ہندو مذہب کے مشہور بزرگون کے اخلاقی عقائد و تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے، ابتدا مین مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی کا ایک مختصر تبصرہ ہے، اور ہمین موصوف کے اس تبصرہ سے اتفاق ہے کہ ہند کے قدیم فلسفے مین بلند سے بلند اور پست سے پست عقائد موجود ہین، مصنف نے اسی انبار سے بلند معیارِ اخلاق و عقائد کا ایک عمدہ مرقع انتخاب کرلیا ہے،

"ر"

جلد سی و نہم | ماہ شوال المعظم سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء | عدد ۳

مضامین

شذرات

پھر کیا ؟ قدیم اور جدید کی حقیقی جنگ دنیا مین ہمیشہ سے ہے، اور ہمیشہ رہے گی، لیکن کیا کبھی اسپر غور کیا گیا کہ قدیم
اور ... حقیقی نہین، بلکہ اضافی نسبتون مین سے ہین، ہر قدیم اپنے اگلے کے لحاظ سے جدید ... اور ہر جدید آیندہ کے لحاظ
قدیم ہے عہدِ شاہجہانی کا طور وطریق، تہذیب وتمدن، لباس و پوشاک، اور طرزِ عمارت ... اپنے زمانہ مین کتنا پسندید
معیاری اور مقبول ہوگا، لیکن محمد شاہ رنگیلے کے عہد مین وہی بھدا، نازیبا اور ناپسندیدہ ٹھہر گیا ہوگا، پھر ابتداء
عملداری مین انگریزی لباس کس قدر ہندوستانیون کو ناپسندیدہ، غیر دلکش، بلکہ بدنما، اور بد تہذیبی اور بے ...
... آتا ہوگا، بالآخر پچیس تیس برس مین وہ تہذیب و شرافت، اور بڑی سوسائیٹی کا نشانِ امتیاز اور طریق
... گیا، اب اگر عہدِ شاہجہان کا کوئی وضعدار امیر اپنی پگڑی، جامہ اور گھٹنے جوتون مین ہمارے سامنے آ...
... سمجھین، تو آج آپ جس کو جدید سمجھ کر خوش ہو رہے ہین اور جس کو عقل و دانش، فضل و کمال اور تہذ...
معیار سمجھتے ہین، اس کی زندگی بھی کتنے روز کی ہے، پھر یہ قدیم و جدید کی جنگ کتنی بے معنی ہے،

———•◦<⁘>◦•———

جدید ہی کو دیکھئے انگریزی طرز و لباس کو پچاس ساٹھ برس سے تو ہندوستانی بھی برت رہے ہین
... جدید کے بعد جدید تر اور جدید تر کے بعد جدید ترین وضع و قطع اور تراش و خراش کیسی نمایان ہے ... اور ...
... وضع، کوٹ کی شکل، پتلون کی کاٹ اور داڑھی مونچھ کی ہیئت ہر چند سال کے بعد بدل جاتی ہے ... معتقد
... وضع کے سامنے اس سے ذرا پرانی شکل و وضع کس نظر سے دیکھی جاتی ہے، تو اس حقیق...

"ر"

... کسی چیز کا جدید ہونا کسی معنوی خوبی کی ضمانت نہین، اور نہ کسی چیز کا قدیم ہونا اس کی اصلی برائی کا مرادف ہے ...
... دستِ قدرت کے تماشے ہین، اور ہم کاٹھ کی پتلیان اپنے اپنے لباس و شکل پر اسقدر اترا رہے ہین کہ گویا ہم خود ...
... و صانع ہین، کیا کسی تماشا گاہ کے ایکٹر اپنے مصنوعی عارضی لباس و شکل پر اگر فخر کرین تو اس کو کوئی ذی ...
... پسند کر سکتا ہے،

... نی حقیقتی نہ از روی مجاز ... بالعتکا نیم و فکب ... بین کہ آج کے ممکن و محال کی منطق
بازیچہ ہی کنیم بر نطع وجود ... رفتیم بصندوقِ ... گی ...

———•◦<◦•◦>◦•———

کسی چیز کے حسن و قبح کے پرکھنے مین ہم ہمیشہ یہ دھوکا کھاتے ہین، کہ پسند تو اپنی آنکھون سے کرتے ہین اور اس
... ہونے کی اہلیت ہم خود ان اشیاء مین یقین کرتے ہین، حالانکہ حسن و قبح، بالذات اشیاء مین نہین، بلکہ خود ...
... مین ہے، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مغل دربار کا کوئی وضعدار امیر اپنے زمانہ مین کوئی بدصورت اور بدنما لباس و وضع
... رکھتا تھا، وہ تو اپنے زمانہ کا انتہائی فیشن ایبل حسین و جمیل ہی لباس پہنتا تھا، مگر آج وہی وضعدار امیر کسی جادو
... اعجازِ مسیحائی سے زندہ ہو کر، لال قلعہ سے نکل کر نئی دہلی کی کسی سڑک پر کھڑا ہو جائے تو کیا وہ تماشا نہ بنجائیگا،
... زمانہ کا فیشن ایبل جنٹلمین اس کو دقیانوسی تصور کر کے ذلیل و حقیر تصور نہ کریگا، اس سے آجکل کے فیشن ایبل
... کرین کہ آج جو گت اس مغل دربار کے وضعدار امیر کی ہوئی ہے، کل وہی گت اس عہد کے فیشن ایبل نوجوانون
کی، اور کل کی نئی دہلی مین ان کی حیثیت اسی پرانی وضع کے مجرم کی ہوگی،

———•◦<◦>◦•———

ظاہری لباس و وضع کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے، یہی حال اندرونی افکار و خیالات کا بھی ہے، وہ بھی ہر عہد
اور ہر زمانہ مین متغیر ہوتے ہین اور جسطرح ہر زمانہ مین جو لباس و وضع مقبول ہو جاتی ہے، اسکی قبولیت کی دلیل
... ہوتی، بلکہ سراسر زمانی ہوتی ہے، یعنی وہ حسن اشیاء مین نہین ہوتا، بلکہ اس زمانہ کے دیکھنے والون کی آنکھون

مین ہوتا ہے، اسیطرح ہر زمانہ مین جو خیالات پھیل جاتے ہین، وہ نظری ہونے کے باوجود بھی اس زمانہ مین
بدیہی معلوم ہونے لگتے ہین بایں ہمہ ان خیالات کی جدت، ان کے عقلی، اور مبنی برحکمت و مصلحت ہونے کی شہادت
نہین، اس لیے صرف جدید اور نیا ہونا، یا کسی عہد مین رواج پذیر، اور شائع ہونا کسی اندرونی خوبی کی قطعی دلیل نہین

بیا و یکدمے تو در کمین خود بنشین،

پھر کیا علم ... جدید ... دائمی حقیقت کوئی چیز نہین، اور ہر چیز تغیرات زمانہ کے نظر فریب طلسمی وجود سے زیادہ ...
نہین تھی جسکا جواب آپ کو ابھی مل جائیگا، ان نت نئے تغیرات، اور دم بدم بدل جانے والے اشکال ...
کیساتھ ساتھ ایک دائمی حقیقت بھی ہمیشہ موجود ہے، وضعین بدلتی ہین، شکلین مٹتی اور بنتی ہین، تراش و خراش
بگڑتی اور بنتی ہے، مگر ایک چیز ان تمام تغیرات کے اندر یکسان قائم ہے، اور وہ سردی اور گرمی سے بچاؤ ...
اعضاء کی پوشش کا خیال، یہی غیر متغیر اور غیر متبدل خیال، لباس کی حقیقت ہے، جو ہزار تغیرات کے باوجود ...
... اور وہی غیر متغیر حقیقت اہل نظر کی نگاہون مین لحاظ کے قابل ہے، اسی اصول کو باطنی خیالات ...
حقیقت ... مین کام مین لاسکتے، اور حقیقت اور فریب کے درمیان فرق کر سکتے ہین، اور کتنے خوش قسمت ہین
راستے مجاز کے فریب سے نکل کر حقیقت کی منزل تک پہنچے ہین،

فروری کے اواخر مین مین نے ایک خاص غرض سے دہلی کا سفر کیا، وہان میری ملاقات ایک نئی ...
کے پیر کہن سال سے ہوئی، یہ بزرگ آج سے تیس ۳۰ برس پہلے لکھنؤ کی ایک بڑی کوٹھی مین "اپ ٹو ڈیٹ" کو نسل ...
سے رہتے تھے، اور ظاہری و معنوی دونون حیثیتون سے اپنے زمانہ کے بہترین تعلیم یافتہ فیشن ایبل تھے، "وہی ...
ان کے مشاغل بھی تھے، وہی خیالات تھے، وہی اعمال بھی تھے، لیکن اب جو ان کو دیکھا، تو ان کی جدید وضع ...
اس عہد مین پرانی ہو چکی تھی، اور جن خیالات کو وہ اپنے زمانہ مین ... جاتے تھے وہ تمامتر فرسودہ ہو چکے ...

... کوٹ پتلون کے باوجود اُن کے دل کی ہیئت بدل چکی تھی، اللہ اکبر کفر و اسلام کا کیسا انقلاب تھا، وہ پیشانی جو کبھی جھکتی نہ
تھی اب پانچ دفعہ خدا کے آگے جھک رہی تھی، وہ روزے جو کبھی جوانی کی قوت مین کمزوری و نقاہت کا باعث سمجھے جاتے
تھے، وہ اب پیری کی کمزوری مین نئی قوت کا سبب تھے، قرآن پاک کا مطالعہ انکا دلچسپ مشغلہ تھا، اور اس سے بڑھکر حکمت کا کوئی صحیفہ
انکی نگاہ مین نہ تھا، اسکی آیتین ہر موقع کلام پر لبون پر تھین، اور ہر وہ چیز جو پہلے قابل اعتراض تھی، اور مضحکہ انگیز نظر آتی تھی، اب
... مصلحت اور سنجیدہ معلوم ہوتی تھی، اس انقلاب حال پر آج کے نوجوان غور کرین اور سمجھین کہ آج کے ممکن و محال کی منطق
... فریب نظر سے زیادہ قابل وقعت ٹھہریگی، اور غیر متغیر حقیقت اس کے ماورا نظر آئے گی،

آج ہر نوجوان جو کسی بلند سرکاری منصب کا امیدوار ہو، اپنی ترجیح کے وجوہ و اسناد مین ایک بڑی چیز خاندانی
... عزت و احترام، اور موروثی جاہ و اعزاز کو قرار دیتا ہے، کیون مسلمان نوجوانو! تمھارے جدید علمی مناصب کے دعوون مین
تمھارے خاندانی اعزاز، اور موروثی جاہ و احترام کی دفعہ بھی شامل ہے؟ ہم نے مانا کہ آج تم ہیئت کے مسلم الثبوت استاد
اور ... ہمسری کے مایۂ ناز محقق ہو، مگر کیا تم دنیا کے بازار مین نو دولتون کی عزت رکھتے ہو، یا وہ سپوت ہو، جو بزرگون کی
موروثی دولت اور کمائی کو بڑھا کر اس رتبہ کو پہنچے ہو،

ہم اگر ہندؤون کی مثال دینگے تو ہمارے غیرتمند احباب برا مانین گے، اس لیے اُدھر اشارہ کیے بغیر پوچھنا چاہتے
ہین کہ تم نے اپنے ذاتی اعزاز کے حصول کی کوششین تو کین مگر اپنے خاندانی و قومی اعزاز کی خاطر کیا کیا، کیا اپنے نئے علم
... اور اپنے بزرگون کے علمی جواہر کو قدامت کے گرد و غبار سے جھاڑ کر اس عہد کے شیشہ مین رکھکر پیش کیا ہے؟ ...
... طرح اپنے وجوہ استحقاق کی قدیم ترین سند تم نے حاصل کی؟ یا محض قدیم کو قدیم سمجھکر باطل سمجھتے، اور ناقابل التفات تصور کرتے ...

اسلامی کیمیا، اسلامی طبیعیات، اسلامی علم ہیئت، اسلامی طبیعیا اور دیگر اسلامی فنون کی حقیقی صورت و شکل موجودہ وضع و ہیئت

ہین تم نے دنیا کو دکھا کر اپنا قدیم اعزاز حاصل کیا ہے؟ تم نہین کر رہے ہو، اور دوسرے کر رہے ہین، قدیم ترین ہز
اپنے کو جدید ترین ثابت کر رہے ہین آج کونسا اُن کا علم ہے جس کو نئی صورت مین سجا کر دنیا کے سامنے انھون نے
نہین کیا، اور اس طور سے ہر ترقی کا اپنے کو قدیم خاندانی اہل ثابت کیا ہے، اور ہم ابھی تک نشۂ جدید مین ایسے
ہین کہ اپنے بزرگون کی خاندانی قدیم اشیار کو ہاتھ لگانے کے قابل بھی نہین سمجھتے،

ہم اپنی سب سے بڑی نئی قومی درسگاہ مین اپنے پرانے خزانون کی کس مپرسی کا جب حال سنتے ہین، تو افسوس
آتا ہے، ہماری اس درسگاہ کی ایک دیرینہ آرزو تھی کہ وہ ابوریحان بیرونی کی **قانون مسعودی** نامی ایک
و ریاضی جغرافیہ کی کتاب کو شائع کرے، سالہا سال اس کی کوششین رہین، ہزارون روپیے اس پر صرف ہوئے
اور بالآخر بارہ برس کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ "آن دفتر را گاؤ خورد، وآن گاؤ را قصاب برد" اصل قیمتی نسخہ ایک بوالہوس
کی معرفت علیگڈہ سے برلن پہنچ گیا، اور سنا ہے کہ وہان سے اس کا کچھ حصہ چھپکر شائع ہوا ہے،

ایک نوجوان فاضل طبیعیات کو جو مسلمانون کے علم ہیئت پر کوئی محقق کتاب لکھنا چاہتے ہین، اس علم پر
کتب موجودہ کی ایک ایسی فہرست کی تلاش ہے جس مین مصنف کا نام، تصنیف کا نام، سنہ، اور کتاب کا مقام درج ہو،
وہ اس سلسلہ مین بذریعۂ معارف یہ اعلان کرتے ہین، کہ اس موضوع پر بہترین مضمون نگار کو ایک طلائی تمغہ
تمغہ انعام دینگے، یہ مضامین دفتر معارف مین بھیجے جائین، اور یہین سے فیصلہ ہوگا، انعام گو اہم چیز نہین
لیکن اس وسیلے سے اگر یہ علمی سرمایہ فراہم ہو جائے تو یہ بجائے خود کتنا بڑا انعام ہے،

دائرۃ المعارف کے فاضل رفیق مولوی سید ہاشم صاحب ندوی نے ایک بڑا اہم کام انجام دیا ہے، یعنی
دائرہ کے حکم سے عربی زبان کے ہر علم و فن کے نادر قلمی نسخون کا نام و نشان دریافت کرکے ...... اور نام ایک کتاب مین

جمع کیا ہے، اور بتایا ہے کہ یہ نسخے کس کس کتبخانہ مین اس وقت موجود ہین، یہ اہم علمی خدمت ایسی ہے کہ جس کے لیے تمام
شائقین علم کو مؤلف موصوف اور دائرہ کا ممنون احسان ہونا چاہئے،

ہمکو اسکے اظہار مین نہایت خوشی ہے کہ ملیبار کے مسلمانون کا جمود، پچھلی خونین مظلومیت کے بعد بہت کچھ بدل رہا ہے، اور انکو
اپنی حالت کا احساس پوری طرح ہو رہا ہے، اور اس کے لیے وہ رفتہ رفتہ کوشش و جد و جہد مین مصروف ہو رہے ہین، انھین کوششون
مین سے ایک کالی کٹ سے ایک مذہبی رسالہ "مارگدرشکن" کا اجرا ہے، جسکے معنی "ہادی" کے ہین، اس رسالہ کے اجرار کے مقاصد دعوت
اسلام، دفع الحاد، نشر اخلاق، ردّ اعتراض، اور مدافعت اسلام ہین، امید ہے کہ رسالۂ مذکور اپنی قوم مین پوری کامیابی حاصل کریگا،
اسی سلسلہ مین یہ جاننا بھی دلچسپ ہے کہ وہان اردو کے مفید رسالون اور کتابون کو ملیباری زبان مین ترجمہ کرنے کا
خیال بھی روز افزون ہر دلعزیزی حاصل کر رہا ہے، چنانچہ ٹراونکور کے اسلامی دار الاشاعت نے ابھی معارف کے چند مسلسل
مضامین کا جو اہل السنۃ والجماعۃ کے عنوان سے الگ بھی رسالہ کی صورت مین چھپے ہین، ملیالم مین ترجمہ کیا ہے، یہ رسالہ اس
دار الاشاعت کے منشورات کا تیسرا نمبر ہے،

مارچ کا ابتدائی ہفتہ ہمارے صوبہ کے مرکزی شہر لکھنؤ مین اسلئے خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اسمین اعلیحضرت ہز اگزالٹڈ
ہائینس حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے اپنے ورود مسعود سے اسکو اعزاز بخشا، یہ واقعہ اس لحاظ سے تاریخی ہے کہ یہ پہلا موقع تھا
کہ نظام الملک آصفجاہ کے جانشین نے صفدر جنگ اور آصف الدولہ کے جانشینون کے دار الحکومت کو شرف قدوم بخشا، سلطان
دہلی کے یہ دو **وزیر الممالک** تھے، جنمین سے ایک نے لفظی بادشاہ بنکر معنوی سلطنت کھوئی، اور دوسرے نے
لفظی وزارت پر قانع رہ کر معنوی بادشاہی پائی، خلد اللہ ملکہ و اقبالہ۔

ملک اودھ بلکہ صوبہ متحدہ مین جو نوابون، تعلقدارون، اور خاندانی رئیسون کی سرزمین ہے اعلیحضرت کی تشریف آوری نے
جو نقوش چھوڑے انمین سے اہم ترین یہ ہے کہ ہندوستان کے اس سب سے بڑے والی ملک کی سادگی، بے تکلفی، تواضع اور خاکساری نے انکو
بتایا کہ بڑائی اور جلالت ظاہر مین نہین باطن مین ہے، ترفع اور تعالی مین نہین محبت اور شفقت مین ہے، فرمانروائے کشور دکن نے ایک
ہفتہ لکھنؤ کے قلوب پر جو حکمرانی کی ہے وہ یادگار رہیگی،

مقالات

سرکار بھوپال کا عظیم الشان کارنامہ

ضابطۂ تحفظِ حقوقِ زوجین

والیانِ بھوپال کو اپنی تمام رعایا، اور عام باشندگان ریاست کی شفقت وعدل پروری کے علاوہ مسلمانون کے مذہبی کامون سے جو عقیدت وشیفتگی ہمیشہ رہی ہو وہ محتاج بیان نہین، وہ ہماری کونسی مذہبی، تعلیمی، علمی، اجتماعی بلکہ سیاسی تحریک ہے، جو والیانِ بھوپال کی توجہ والتفات کے اشارون سے حل نہین ہوئی ہو،

ہندوستان مین مسلمان عورتون کو اپنی ازدواجی زندگی مین جو قانونی مصائب پیش آتے ہین، انکا کوئی دفعیہ موجودہ حکومت کے قانون مین موجود نہین، اس لئے علمائے اسلام، مصلحین امت، اور اسلامی اخبارات نے بار بار حکومت کو متوجہ کیا، معارف نے مدت تک ایک سلسلۂ مضمون "حقوق نسوان" کے عنوان سے جاری رکھا، حکومت صوبہ مین اس کے متعلق بعض تجویزین شخصی طور سے پیش ہوئین، مگر ہنوز کامیابی نہین ہوئی جس کی تین وجہین ہین،

۱۔ موجودہ علمائے اسلام کا مسائل مین عدم اتفاق،

۲۔ عوام کی طرف سے زبردست خواہش کا ہنوز عدم اظہار،

۳۔ حکومت کا واقعات سے تغافل،

اس سلسلہ مین حسب معمول اعلیٰحضرت ہزہائینس فرمانروائے کشور بھوپال نے اپنی موروثی خدمت دینی کی بنا پر ادھر توجہ فرمائی اور علمائے ریاست کو ایک ضابطۂ تحفظ حقوق زوجین پر متفق کیا اور اپنی منظوری

خاص سے اپنی ریاست مین اس ضابطہ کو جاری فرمایا، ضرورت ہے کہ ہندوستان کے علماء ومصلحین ادھر توجہ فرمائین اور اگر خود ہز ہائینس اپنی سرپرستی مین مشاہیر علمائے ہند کی ایک منتخب مجلس دلی مین نامزد فرماکر اپنی صدارت مین اس کے چند اجلاس کراکر اس ضابطہ کو اس لائق بنا دین کہ اس کا اطلاق کل ہندوستان پر ہو سکے، اور اس کے بعد عوام کی اپیل اور خواہش سے ان قوانین کو محمڈن لا مین جگہ دیجائے، تو یہ عظیم الشان کارنامہ ہندوستان مین مسلمانون کی نصف بے زبان آبادی کی دادرسی کا بہترین کفیل ہوگا، امید ہے کہ اسلامی اخبارات اس پر اپنی رائے کا اظہار فرمائین گے،

"سلیمان"

تمہید

ملک مین ایک عرصہ سے اس امر کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ جب کبھی تنازع باہمی اختلاف طبائع یا دیگر وجوہات مسلمان عورتین بدرجۂ مجبوری رشتۂ نکاح سے آزادی حاصل کرنا چاہتی ہین، تو ان کو ایسی دشواریان پیش آتی ہین کہ ان کے سبب سے بسا اوقات نہ صرف اُن کی بلکہ ایک جماعت کثیر کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے، حالانکہ مذہب اسلام نے تمام افراد کے حقوق کا یکسان خیال رکھا ہے، اور ہر ایک کی جائز وبجا خواہشات کی مساویانہ ومنصفانہ رعایت کی ہے، اور کبھی کسی حال مین کسی کی حق تلفی نہین فرمائی، اور اسی اصول کے مطابق فقہائے کرام نے بربنائے ضرورت ومصلحتِ وقت مذاہب اربعہ مین سے کسی ایک پر عمل کرنے کو جائز رکھا ہے، اور اسی لحاظ سے قبل ازین ریاست محروسہ بھوپال مین ایک حکم نافذ وجاری ہو چکا ہے (حکم نمبر ۹ مورخہ ۲۱ رجادی الاول ۱۳۳۳ھ ہجری مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۱۵ء مطبوعہ ہدایات سلطانی حصہ نمبر ۳) چنانچہ اس سے اس قسم کی مشکلات کا ایک حد تک حل ہو گیا، لیکن اسکے سوا اور بہت سی صورتین ہین جنکے تدارک مناسب کی ضرورت تسلیم کیگئی ہے،

چونکہ مذہب حنفی مین اس بات کی اجازت دیگئی ہے کہ باقتضائے ضرورت حاکم کے حکم[۱] کے مطابق دیگر ائمہ[۲] کے مسلک کو اختیار کیا جا سکتا ہے، اس اصول کے تحت مین حالات حاضرہ اور ضروریات موجودہ کی بنا پر

---

[۱] شامی جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۶ [۲] شامی جلد نمبر ۲،

بمنظوری اعلیحضرت حضور ملکہ و مطابق احکام شرعیہ مندرجہ ذیل ضابطہ منظور کیا جاتا ہے:

نام و تعلق نفاذ مع تاریخ نفاذ

دفعہ (۱) جائز ہے کہ یہ ضابطہ "از نام تحفظ حقوق زوجین" موسوم کیا جائے،

(الف) یہ ضابطہ محکمات شرعیہ ریاست بھوپال سے متعلق ہوگا، اور

(ب) فوراً نفاذ پذیر ہوگا،

شوہر مفقود الخبر

دفعہ (۲) جب شوہر اپنے مکان سے چلا جائے اور لاپتہ ہو[1] اور اس نے اپنی زوجہ کے نان نفقہ کا کچھ انتظام نہ کیا ہو، اور زوجہ بوجہ مفقودی شوہر خود استدعائے تفریق پیش کرے تو محکمہ قضا ثبوت مفقودی و عدم کفالت نان و نفقہ و عدم نشوز کے متعلق زوجۂ مفقود سے حلف لینے کے بعد تین ماہ تک تین اشتہار حسب ذیل مضمون کے شائع کریگا،

"چونکہ فلان شخص اتنے عرصہ سے لاپتہ ہے اور اس نے اپنی اہلیہ مسماۃ فلان کی خبر گیری نہین کی نہ اس کے نان و نفقہ کا کچھ انتظام کیا، لہذا وہ جلد سے جلد اپنی جائے قیام و صحیح پتہ سے محکمہ ہذا کو اطلاع دیکر اپنی زوجہ مسماۃ کی شکایت کا مناسب انتظام کرے ورنہ حسب مسلک امام مالک اسکا نکاح فسخ کر دیا جائیگا۔"

توضیح (۱) مسلک امام مالک یہ ہے کہ اگر مفقود[2] نے مال بقدر کفالت نان و نفقہ چھوڑا ہو تو یوم [illegible] سے چار سال گذرنے کے بعد نکاح فسخ ہو جائیگا، ورنہ فوراً اطلاق ہو جائیگی،

(۲) اعلان مذکورہ بالعموم جریدہ بھوپال مین یا کسی اور طریقہ سے جو محکمہ قضا بلحاظ حالات متعلقہ مناسب سمجھے شائع کیا جائے گا،

(۳) حسب طریقۂ بالا جو اعلانات[3] شائع ہون گے ان کے مصارف بشرط امکان شخص مذکور کی جائداد سے وصول کئے جائین گے، ورنہ عورت بصورت استطاعت ادا کرے[4] گی، بصورت دیگر معاملہ گورنمنٹ[5] کے سامنے پیش

---

[1] قاضی خان جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۹۹ [2] قاضی خان جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۹۸ [3] صعیدی حاشیہ کفایت الطالب جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۰ [4] صعیدی جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۰،
[5] صعیدی نمبر ۲ صفحہ ۷۰، [6] قاضی خان جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۹۵،

کیا جائیگا کہ جریدہ مین مفت اشاعت کا انتظام کیا جائیگا،

نمبر ۴ - اگر یہ ثابت ہوگا، کہ مفقود نے مال بقدر کفالت زوجہ چھوڑا ہے، تو محکمہ قضا سے زوجۂ مفقود کو تاریخ درخواست سے چار سال تک انتظار شوہر مفقود کا حکم دیا جائیگا،

نمبر ۵ - بصورت عدم ذرائع کفالت تاریخ اشاعت اشتہار آخر سے تین ماہ گذرنے کے بعد اگر پتہ شخص مذکور کا نہ معلوم ہوگا تو محکمہ قضا سے ان زوجین مین تفریق کرا دیجاوےگی،

نمبر ۶[1] - اگر چار سال کے انتظار کے بعد بھی شوہر کا پتہ نہ معلوم ہوگا، تو محکمہ قضا سے حکم فسخ نکاح صادر کیا جائیگا،

نمبر ۷[2] - بعد صدور حکم فسخ نکاح زوجہ چار ماہ دس دن ایام عدت گذار کر نکاح ثانی کر لینے کی مجاز ہوگی،

نمبر ۸ - اگر شخص مذکور بعد فسخ نکاح و مرور ایام عدت واپس آئے اور اس عورت پر دعوی کرے تو ایسی صورت مین اس کا دعوی قابل سماعت نہ ہوگا،

تفریق بصورت عدم ادائے نان و نفقہ

دفعہ (۳) جن مستورات[3] کے شوہر اُن کا نان و نفقہ دینے سے عاجز ہون اور بوجہ عدم استطاعت ایسا نہ کر سکتے ہون یا باوجود مقدرت[4] استطاعت ایسا نہ کرتے ہون، اور اُسی پر ان کا اصرار ہو تو مستورات آخر الذکر بھی نان و نفقہ سے محروم ہونے کی وجہ سے اپنے شوہرون کی زوجات کے مثل سمجھی جائینگی اور ان کی ایسی شکایت پیش ہونے پر شوہرون کو حکم ادائے نان و نفقہ بمیعاد محکمہ قضا سے دیا جائے گا، اور یہ حکم صادر کیا جائے گا کہ بصورت عدم تعمیل فلان تاریخ مقررہ کے بعد فیما بین اس شوہر اور اس کی زوجہ کے تفریق کر دیجائے گی،

توضیح ۔ اس تفریق کے بعد ایسی عورت کا نکاح ثانی حسب قواعد شرعیہ ہو سکیگا،

نان و نفقہ کی مقدار کا تعین

دفعہ (۴) نان و نفقہ کی مقدار کا تعین ہر صورت مین نفقہ دہندہ[5] کی حیثیت اور ذرائع آمدنی کے لحاظ سے محکمہ قضا کریگا، اور آیندہ ذرائع آمدنی کی کمی و بیشی پر بصورت عذر داری مقدار مقررہ مین کمی و بیشی ہو سکیگی،

تفریق بصورت امراض

دفعہ (۵) اگر کسی عورت کی جانب سے اس کے شوہر کی نسبت یہ شکایت پیش ہو کہ اس کا شوہر

---

[1] [illegible] مندرجہ دفعہ (۱) توضیح نمبر ۴ و ۵ و ۶ کیلئے کافی ہے [2] صعیدی جلد ۲ صفحہ ۷۰ [3] منہاج مع شرح المحلی صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰ و صفحہ ۴ سطر ۱، [4] [illegible] صفحہ ۴۱،

عنین یا مجذوم، یا مبروص، یا خصی ہے اور اس بنا پر استدعاء تفریق کیجائے تو حسب قواعد شرعیہ ایک سال کی مہلت علاج کے واسطے شوہر کو دیجائیگی اگر اس مدت مین شوہر صحت یاب نہو، تو حسب استدعاء زوجہ محکمۂ قضاء سے فیما بین زوجین تفریق کیجائیگی،

توضیح، (۱) بصورت بالا تفریق کے لیے شرط ہے کہ عورت اپنی درخواست تفریق مین یہ لکھدے، کہ وہ اپنے زر مہر اور ایام عدت کے صرفہ سے دست بردار ہوتی ہے، اور اسکا مطالبہ نہ کریگی، بشرطیکہ یہ امراض نکاح کے بعد پیدا ہوئے ہون، اور عورت بھی رتقاء و قرناء نہ ہو،

(۲) اگر امراض مذکورہ مرد مین قبل نکاح تھے، اور بوقت نکاح چھپائے گئے، تو اس صورت مین عورت زر مہر کے ساتھ علیحدہ ہو جانے کی مستحق ہوگی، لیکن اگر قبل نکاح مرد کے ان امراض مین مبتلا ہونیکا، عورت کو علم تھا، تو عورت کو زر مہر حاصل کرنے کا حق نہ ہوگا،

تفریق بصورت نفرت زوجین

دفعہ (۶) اگر کسی عورت کی جانب سے اس کے شوہر کے مجبوب ہونے کی بنا پر استدعاء تفریق پیش ہو، اور شوہر نکاح کے بعد مجبوب ہوا ہو، یا قبل نکاح تھا اور عورت کو اس کا علم نہ ہوا تھا، تو ثبوت مجبوبیت پر بلا مہلت تفریق کر دیجائے گی، اور مہر بھی بذمۂ شوہر واجب الادا ہوگا، اس کے علاوہ ہر وہ عیب جو باعث نفرت زوجین ہو اور اس سے مقصد نکاح حاصل نہ ہوتا ہو، اختیار فسخ کو واجب کر دیگا،

توضیح، اگر باوجود علم کے کہ شوہر مجبوب ہے عورت نکاح پر رضامندی دے چکی ہو، تو عورت کا حق تفریق باطل ہوگا،

قاضی کا اختیار تفریق

دفعہ (۷) محکمۂ قضاء کو تفریق کرانے کا اختیار ان وجوہ کے علاوہ کہ شوہر زوجہ سے ہمیشہ بدسلوکی کرتا ہے، یا اس نے شرائط نکاح کی تکمیل نہین کی یا زوجین باہمی رحمت و مودت نہین رکھتے اس صورت مین بھی ہوگا اگر قبل نکاح احد الزوجین امراض لاعلاج مین مبتلا تھے،

عورت کو طلاق مانگنے کا حق

دفعہ (۸) اگر زوجہ اس بنا پر استدعاء تفریق پیش کرے کہ اس کا شوہر چار سال

له شرح کفایت الطالب جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۶، ۲ هدایہ اولین صفحہ ۴۰۰، ۳ هدایہ اولین صفحہ ۴۰۱، ۴ سعیدی جلد ... صفحہ ۱۰۲، ۵ هدایہ اولین صفحہ ۴۰۱،
۶ کتاب زاد المعاد جلد ثانی صفحہ ۲۳۴، ۱۳۰، ۷ هدایہ اولین صفحہ ۴۰۱

اس سے زاید مدت کی سزا پاکر قید ہوگیا ہے اور زوجہ تنگ دستی وافلاس شخص متعلقہ اپنی زوجہ کے نان و نفقہ وغیرہ کی کفالت نہین کرسکتا تو اسکی حالت معسر کی سی سمجھی جائیگی، اور اسی کے مطابق تحت احکام شرعیہ محکمۂ قضاء سے ایسے زوجین کے ما بین تفریق کردیجائیگی، اور زوجہ کو حسب احکام شرعیہ اجازت نکاح ثانی دیجائے گی،

توضیح۔ (۱) صرف مفلسی کے عذر پر کوئی شخص اپنی زوجہ کو نفقہ دینے سے بری الذمہ نہین ہوسکتا، اگر وہ شخص محنت کرکے معاش حاصل کرسکتا ہے، اور ضعیف و نحیف نہین ہے تو اس پر اپنی زوجہ کے لیے نفقہ مہیا کرنا فرض ہے بصورت دیگر عورت طلاق کی مستحق ہوگی،

(۲) حسب ذیل صورتون مین جو مانع رحمت و مودت ہین عورت طلاق مانگنے کی مستحق ہوجاتی ہے،

(الف) جبکہ شوہر کا شرائط نکاح پورا کرنے سے قولاً و عملاً انکار پایا جائے،

(ب) جب اسکو معلق کردے اور نفقہ نہ دے،

(ج) جب اس سے بھیک منگوائے،

(د) جب کسی طرح اس کے پاس،

(ہ) جب اس سے ایسی مزدوری کرائے جو اسکی کسر شان یا آبروریزی کا باعث ہو،

(و) جب وہ متعدد زوجات رکھتا ہو اور سب سے برابری و انصاف نہ کرتا ہو،

(ز) جب وہ ہمیشہ زوجہ پر ظلم و جور کرتا ہو اور مار کر ضرر جسمانی پہنچاتا ہو،

توضیح نمبر ۳۔ مذکورہ بالا صورتون مین فیصلہ کنندہ کی رائے یا تجویز پر انحصار ہوگا، اور وہ مجاز ہوگا کہ کسی ایک دو کو جو حقوق زوجیت کی ادائی مین مانع ہو، وہ بھی احکام شرعیہ سبب فسخ قرار دے،

مرد کا عورت سے طلاق لینا اور مرد کا عورت کو طلاق دینا

دفعہ ۹ اگر کسی شخص کی ایسی شکایت پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ جس عورت سے اس کا نکاح ہوا ہے وہ قبل مرض جنون یا مرض جذام، یا برص، یا مرض اندام نہانی مین مثل قرن،

له کتاب زاد المعاد جلد ثانی صفحہ ۲۳۴

بارتق کے مبتلا تھی، اور شوہر کو ایسے کسی مرض کا علم نہ تھا، نہ وہ اس[1] پر رضامند تھا، تو بصورت طلاق شوہر پر حسب مسلک امام مالکؒ صرف ایک ربع دینار عائد ہوگا، بقیہ مہر ساقط ہوگا،

توضیح (۱) امام احمدؒ کے بعض شاگردوں نے زن و شوہر کے چند دیگر امراض کو بھی ان ہی امراض میں شامل کیا ہے، جن کے سبب سے مرد زوجہ کو طلاق دے سکتا ہے، یا زوجہ مرد سے طلاق لے سکتی ہے اور وہ امراض حسب ذیل ہیں،

۱- نتن الفرج (اندرونی گندگی)

۲- نتن الفم (گندہ دہنی)

۳- انخراق مجری البول،

۴- اندام نہانی کے بہنے والے زخم،

۵- بواسیر،

۶- ناسور،

۷- استحاضہ،

۸- استطلاق البول،

۹- احد الزوجین کا خنثیٰ مشکل ہونا،

توضیح (۲) مذکورۂ بالا صورتوں میں طرفین کو اختیار[2] فسخ نکاح حاصل ہے یعنی جب زوجہ و شوہر کو معلوم ہو جائے کہ ان میں سے ایک اس قسم کے کسی مرض میں مرافعہ باستدعائے فسخ نکاح محکمۂ قضا میں پیش ہوگا، لیکن لازم ہے کہ ایسا مرافعہ بہت جلد عمل میں لایا جائے، اگر گی تو گمان غالب ہوگا کہ طرفین نے اس حالت کو قبول کر لیا تھا، یا حق فسخ سے دست بردار ہوگئے تھے،

[1] رسالہ منہج متن کفایت الطالب بحاشیہ صعیدی جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۴، [2] قاضی خان جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۸۸

[…] یا زوجہ بوجہ تنگی نفقہ کے حالات استدعائے افتراق پیش کئے جانے پر اگر محکمۂ قضا کی رائے میں […] ضروری مقصود ہو تو محکمۂ مذکور حسب حکم شرعی تحت ضابطہ نافذ الوقت گورنمنٹ سے حکم حاصل […] کرنے کا مجاز ہوگا،

دفعہ (۱۰) اگر کوئی شخص بصورت تکمیل اغراض انصاف محکمۂ قضا کی طلبی پر حاضر نہ ہو تو ایک نوٹس اس مضمون کا رجسٹری شدہ دیا جائے گا کہ تاریخ مقررہ پر حاضر […] بصورت دیگر یکطرفہ فیصلہ کیا جائیگا،

نظر ثانی

دفعہ (۱۱) محکمۂ قضا کے فیصلہ کی نظر ثانی تاریخ فیصلہ سے ساٹھ دن کے اندر […] محکمۂ افتا ہو سکے گی، قاضی صاحب و مفتی صاحب کے اتفاق رائے کی صورت میں فیصلہ ناطق […] موصوف الیہم معاملہ مجلس العلماء میں پیش ہو کر کثرت رائے سے اس کا فیصلہ کیا جائے گا،

دفعہ (۱۲) محولۂ بالا صورتوں کے علاوہ زوجین کے دیگر تنازعات باہمی کے تصفیہ کے لیے ایک ایک حکم[1] بلحاظ احکام شرعیہ اور ایک ثالث محکمۂ قضا سے مقرر کیا جائے گا، […] واجب التعمیل ہوگا، اور ضابطہ حسب دفعہ (۱۰) یہ ہوگا کہ نوٹس رجسٹری شدہ دیا جائے گا کہ […] تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر خود جواب دہی کرے، بصورت دیگر یکطرفہ فیصلہ کیا جائے گا، اور کوئی عذر […] قابل سماعت نہ ہوگا،

[…] جلد نمبر ا صفحہ ۵۶، [2] بحکم قرآن فابعثوا حکما، الخ [3] بیضاوی شریف ص ۱۰۱،

نصابِ زکوٰۃ

حق گو کی تحقیق ایک غیر مولوی کی نظر میں

(چودھری غلام احمد صاحب پرویز، نئی دہلی)

بار نہ بخیر ہمارے حق گو صاحب کے سلسلۂ "تحقیقات" کی یہ تیسری کڑی ہے، پہلے سوہ تحریہ تشق نبی اور [illegible]

کے بجائے تین، اور وہ بھی بلا ارکان و تعدیل مقرر کر گئیں، پھر روزے، تین سے دس اور دس سے تین میں محدود [illegible]

زکوٰۃ کی باری آئی اور اسکی بجائے روزانہ خیرات کو ہی کافی قرار دیا گیا،

ممکن تھا کہ فریضہ حج بھی اس قطع و برید کے سلسلے میں دست و پا بریدہ ہو جاتا، لیکن حق گو صاحب کو خدا نے تو[illegible]

دی اور وہ اس قسم کے خیالات سے تائب ہو گئے اس لیے اس قسم کے مضامین کا سلسلہ منقطع ہو گیا اس لیے اب [illegible]

چھیڑنا مناسب و پسندیدہ نہ تھا لیکن بعض بزرگوں نے ایما کیا ہے کہ ان مضامین کی اشاعت سے جس قدر زہر پھیل چکا ہے [illegible]

نہایت ضروری ہے، مناسب خیال کیا کہ اس حصہ کے متعلق بھی ان نقوش کا اظہار کر دیا جائے جو میرے دل پر اس کے [illegible]

چھوڑے ہیں، وما توفیقی الا باللہ،

سب سے پہلے ارشاد ہے کہ قرآن میں نصابِ زکوٰۃ کی کہیں صراحت نہیں،

لیکن صیام والی قسط میں حق گو صاحب خود بیان کر چکے ہیں کہ

"قرآنی احکام مجمل ہوا کرتے تھے اور رسول اللہ صلعم ان کی صراحت فرما دیا کرتے تھے"

بات بالکل واضح ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اجمال و تفصیل کے مسئلہ نے حق گو صاحب کو عجیب الجھن میں پھنسا رکھا ہے، [illegible]

وہ قرآن کی طرف جاتے ہیں تو اس میں مجمل احکام پاتے ہیں، وہ کہا ہے کہ ان کی صراحت کے لیے رسول اکرم صلعم کی طرف، جو نے اسی

کرو، وہ حدیث کے نام سے گھبراتے ہیں، اسی لیے کبھی آپ قرآن کی منمانی تاویل اور کبھی "تب بالیعود" قرار دیتے ہیں

غرض "دو گونہ عذاب است جانِ حق گو را"

پھر ارشاد ہوتا ہے:- "حالانکہ مستفسرین نے اس کو دریافت بھی کیا، جس کا قرآن شریف نے یہ جواب دیا ہے،

یسئلونک ماذا ینفقون۔ قل العفو...... اور تم سے پوچھتے ہیں کہ کتنی زکوٰۃ دیں، کہدو جتنا تم سے ہو سکے۔

پوچھنے والوں کی اس سے تشفی نہیں ہوتی، دوبارہ دریافت کیا، پھر جواب ملا،

یسئلونک ماذا ینفقون، قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین...... الخ

کیا اس سے زیادہ اور وضاحت کی ضرورت تھی، کہ مسلمانوں کو بتا دیا جاتا کہ خیرات کوئی سرکاری انکم ٹیکس نہیں ہے بلکہ

تمہاری ہمدردی اور غمخواری کا نتیجہ ہے، تم جتنا چاہو دو، اس کا دینا البتہ تمہارے اوپر ایسا ہی فرض ہے جیسا تمہاری نماز، قرآن

نے کیوں اس نصاب سے اعراض کیا جس سے فقہ اور حدیث کے اوراق بھرے پڑے ہیں، کیا قرآن کے لیے یہ بتانا ممکن نہ تھا کہ تم

ڈھائی روپیہ سیکڑہ اس مال سے ادا کرو جو تمہارے پاس سال کے آخر تک باقی رہے، اس خاموشی کی کیا مصلحت تھی، یا کم سے کم

نصاب نہ بتایا تھا تو اس کہنے میں کیا حرج تھا کہ تم زکوٰۃ اتنی شرح سے ادا کرو، جو تم سے مانگی جائے"

مختصراً اس اقتباس سے حسب ذیل نتائج مرتب ہوتے ہیں،

۱۔ ان آیات کی رو سے زکوٰۃ کا نصاب مقرر نہیں کیا گیا،

۲۔ لوگوں کے استفسار پر بھی صراحت نہیں کی گئی،

۳۔ زکوٰۃ کا بطور انکم ٹیکس وصول کرنا نصِ قرآنی کے رو سے منع ہے،

آیئے ذرا سلسلہ وار ان پر غور کریں،

جس زمانہ میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں اس کے سرسری مطالعہ سے واضح ہو جائیگا کہ ان کا صحیح مفہوم کیا ہے، ظاہر ہے

کہ یہ آیتیں ابتدائی مدنی آیات میں سے ہیں، اور یہ وہ زمانہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے آبا و اجداد کا وطن، اپنا مولد و مسکن چھوڑنا پڑا

ہے، اہل بچے، مکان، جائدادیں چھوڑ کر جلاوطن ہو گئے ہیں، دوسروں کے ہاں آکر پناہ لی ہے، اس پر بھی دشمن پیچھا نہیں چھوڑتے

معارف: یہ عفو کا ترجمہ (جتنا تم سے ہو سکے) صحیح نہیں، بلکہ عفو کے معنی ہیں ضرورت سے زاید یا بچا ہوا مال،

چارون طرف سے حملے کا خطرہ ہے، تمام عرب ان کے خلاف آمادۂ جنگ ہے، ان کی موت وزیست کا سوال ہے، اپنی قوم کے لیے انہین سرتوڑ کوشش کرنی ہے، ایسے وقت مین سوال کیا جاتا ہے کہ کیا خرچ کرنا چاہئے؟ جواب ظاہر ہے کہ اس عالم مین یہ پوچھنے کا وقت نہین ہے کہ کیا خرچ کرنا چاہئے، جو کچھ ضروریات سے زائد ہے خرچ کردو، (عفو کے یہی معنی ہین)

سورۂ بقرہ کے اس حصہ کو اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوجائیگا کہ لوگون کو مدافعت کے لیے جنگ کا فلسفہ سمجھایا جارہا ہے، کہین امم سابقہ کے واقعات یاد دلائے جاتے ہین کہ ان سے عبرت پکڑین، کہین جہد للبقا کے نفسیاتی پہلو سے بحث کی جاتی ہے، کہین لڑائی کے وقت مالی امداد کی اہمیت واضح کیجاتی ہے، چنانچہ بتایا گیا ہے کہ ایسے وقت مین جو کچھ خرچ کرو وہ تمھاری حفاظت، تمہارے والدین، اعزہ واقارب ویتامی کی حفاظت کے لیے ہے، ظاہر ہے کہ حق کی مدافعت مین جو جنگ کی جائے اس مین کسی طرح بھی مدد دینا امن وسلامتی کی بقا کے لیے اعانت کرنا ہے، موجودہ قوم کی بقا، آیندہ نسل کی فلاح مسافرون کے لیے امن، قیدیون کے لیے رہائی اور حق کی طرف جھکے ہوئے دلون کے لیے پیام سکون ہوتا ہے، یہی باتین قرآن حکیم نے اس جگہ واضح طور پر بیان کی ہین، کیا ایسا وقت قوانین مرتب کرنے یا قواعد وضع کرنے کا ہوتا ہے: یہ تو ایسا وقت ہوتا ہے کہ صدیون سے رائج قوانین بھی توڑ دیئے جاتے ہین، اور تمام قوانین پر جنگی قانون حاوی ہوجاتا ہے، ایسے وقت مین یہ اعتراض کرنا کہ نصاب کے قواعد کیون نہ مقرر کردیئے حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے، کیا جس گھر مین آگ لگ رہی ہو تو یہ متعین کرنا چاہیے کہ آمدنی کا کسقدر حصہ اس کام کے لیے صرف کیا جائے؟ جب امن کا زمانہ آیا قوانین مرتب کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی، قواعد مقرر کردیئے، یہ ظاہر ہے کہ زکوٰۃ فتح مکہ کے بعد فرض ہوئی (اور شکر ہے کہ مقالہ نگار کو بھی یہ تسلیم ہے) اور سورۂ بقر کی یہ آیات ابتدائی مدنی ہین، سو جو چیز کہین ۶ سال بعد جاکر فرض ہوئی اس کے متعلق قوانین پہلے ہی مرتب کردیئے جاتے! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ زکوٰۃ کے مفہوم سے انھین ایک غلط فہمی ہوئی ہے، ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کے ایک تو لغوی معنی ہین جنکا استعمال قرآن کریم مین افعال کے صیغہ مین متعدد بار ہوا ہے، دوسرے اس کے عام معنی "انفاق فی سبیل اللہ" کے ہین، جو زکوٰۃ فرض ہونے سے قبل خیرات کے معنون مین استعمال ہوا ہے، لیکن جب زکوٰۃ فرض ہوئی تو یہی لفظ خاص معنون مین استعمال ہوگیا، گویا اب یہ ایک قانونی اصطلاح ہوگئی

الفاظ کے استعمال کا یہ فرق اس قدر نمایان ہے کہ جو شخص قانون کی معمولی سی بھی واقفیت رکھتا ہے وہ بآسانی اسے سمجھ سکتا ہے، ہم روزانہ گفتگو مین کہتے ہین کہ "سخت چوٹ" آگئی، لیکن یہ ظاہر ہے کہ قانون کی اصطلاح مین جسے "ضرب شدید" کہتے ہین اس مین اور اسمین بڑا فرق ہے، سرقہ، اشعار یا مضامین مین بھی ہوتا ہے لیکن حنگو صاحب جیسے حاکم تحصیل جانتے ہین کہ جس سرقہ کے جرم مین مجرم کو جیل کی کوٹھری مین بھیجدیا جاتا ہے، اسمین اور مستشرقین کے خیالات کے سرقہ مین بہت فرق ہے، ڈاک کے لفافہ پر ایک آنہ کا ٹکٹ لگانا ضروری ہوتا ہے، اگر ایک آنہ کے ٹکٹ کے بجائے پیسہ پیسہ والے چار ٹکٹ یا دو دو پیسے والے دو ٹکٹ بھی لگا دیئے جائین تو کوئی حرج نہین ہوتا، لیکن اگر کسی عدالت مین ایسی رسید پیش کیجائے جس پر ایک آنہ کے ٹکٹ کی بجائے پیسہ پیسہ والے چار یا دو دو پیسے والے دو ٹکٹ لگے ہون تو وہ رسید قانونی نقطۂ نگاہ سے حنگو صاحب کی عدالت مین بھی قابل قبول نہ ہوگی، اس سے ظاہر ہے کہ لفظ زکوٰۃ کے عام معانی سے خیرات مراد لے کر یہی معانی وہان چسپان کئے جائین جہان یہ لفظ ایک قانونی اصطلاح مین آچکا ہو تو یہ کس حد تک انصاف ہے، اور جس دعویٰ کی یہ دلیل ہو اس کا استحکام کس قدر ہے،

(۲) فرماتے ہین "لوگون نے زکوٰۃ کے متعلق دریافت کیا" مین کہتا ہون کہ زکوٰۃ جب فرض ہوگئی تو دریافت کسی نے نہین کیا، اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے تو زکوٰۃ فرض ہوجانے کے بعد کی کسی آیت سے اس کا ثبوت پیش کیجئے، سورۂ بقر کے انفاق فی سبیل اللہ کی آیات سے زکوٰۃ کے نصاب کو کیا واسطہ؟ زکوٰۃ تو بھلا بعد کی چیز ہے، نماز تو شروع ہی مین فرض ہوگئی تھی، اور قرآن مین اس کا اجمال ہی اجمال ہے، کہین تفصیل نہین، بھلا فرمائیے تو کسی نے اسکے متعلق بھی سوال کیا ہے؟ وہ زمانہ ہی اور تھا، وہ لوگ بنی اسرائیل کی طرح یا آج کے مسلمانون کی طرح محض باتین بنانے والے نہین تھے، وہ تو عملی انسان تھے، قرآن مین حکم آیا، رسولؐ نے اسکی صراحت فرمادی، اور مسلمانون نے کرکے دکھادیا،

اکنون کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان
بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

زکوٰۃ فرض ہوئی، رسول اللہ صلعم نے فرمادی، لوگون نے ادا کرنا شروع کردیا، جہان کہین جزئی مسائل مین شک ہوا، دریافت کرلیا، ہر بار قرآن سے دریافت کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہین ہوتا، جبکہ قرآن نے اصولی طور پر

ایک دفعہ صاف صاف کہدیا کہ ما اتٰکم الرسول فخذوہ کا فرمانا ہے اس سے زیادہ اور کیا کہدیا جاتا، کیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ "زکوٰۃ اتنی شرح سے ادا کرو جو تم سے رسولؐ مانگے"۔

(۳) اب رہی تیسری چیز یعنی "زکوٰۃ کوئی سرکاری انکم ٹیکس نہیں" سو اس دعوئی میں حق گو صاحب کا اصلی رنگ (یعنی وہی تضادِ خیالات) زیادہ نمایاں ہے، ادھر تو یہ دعوئی ہے لیکن چار ہی سطر آگے ارشاد ہے،

"قرآن نے زکوٰۃ کی اس صورت کو بھی تسلیم کیا ہے جو سلطنت کے انکم ٹیکس پر مبنی تھا،"

ذرا اور آگے بڑھئے تو یہ عبارت نظر آتی ہے،

"قرین قیاس ہے کہ رسول اللہ صلعم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں جنگ کے اخراجات کے لیے زکوٰۃ مثل انکم ٹیکس کے وصول کیگئی ہو۔"

میں تو صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ دعوئی صحیح ہے کہ قرآن سے زکوٰۃ بطور انکم ٹیکس کے ثابت نہیں (اور اسی بات کو ثابت کرنے کے لیے فاضل مقالہ نگار نے یہ قسط لکھی ہے) تو کیا آپ کا "قیاس" اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ خود رسول اللہ صلعم نے اس کی خلاف ورزی کی ہے اور زکوٰۃ بطور انکم ٹیکس (خواہ کسی مصرف کے لیے ہو) وصول کی؟ کم از کم میں تو اس کی جرأت نہیں کر سکتا،

اس کے بعد سورۂ توبہ کی آیت انما الصدقٰت للفقراء والمساکین . . . علیم حکیم درج ہے جس کی رو سے زکوٰۃ فرض ہوئی ہے، اس میں چونکہ محصلین زکوٰۃ کی تنخواہ یا معاوضہ کا ذکر صاف صاف موجود ہے اس لیے فاضل مقالہ نگار نے خود ہی اس اعتراض کا احساس کر کے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ قرآن نے زکوٰۃ کی اس صورت کو بھی تسلیم کر لیا ہے جو انکم ٹیکس پر مبنی تھا، حیرت ہے کہ جب قرآن نے اس صورت کو تسلیم کیا ہے تو حق گو صاحب کس حیثیت سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ "زکوٰۃ کا مفہوم ہی روزانہ خیرات ہے"۔

پھر ارشاد ہے "لیکن اگر زکوٰۃ سے ایک وقت میں انصرامِ سلطنت اور تجہیز جیوش اسلامی کا کام لیا گیا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ زکوٰۃ کا صرف وہی مصرف رہ گیا"۔ گذارش ہے کہ اول تو آپ اپنے مبحث سے ہی دور چلے گئے، امر متنازع فیہ تو یہ تھا کہ آیا زکوٰۃ کا نصاب ضروری ہے یا نہیں، آپ اسے چھوڑ کر مصارفِ زکوٰۃ پر بحث کرنے لگ گئے، یہ کون کہتا ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف صرف وہی ہے، دینیات میں جو تھوڑی سی بھی شد بد رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف بہت سے ہیں اور صرف وہی ایک مصرف نہیں جو حق گو صاحب نے تحریر فرمایا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ اعتراض آپ کو کس بات پر ہے؟

پھر درج ہے:- "قرین قیاس ہے کہ رسول اللہ صلعم اور خلفاے راشدین کے زمانہ میں جنگ کے اخراجات کے لیے زکوٰۃ مثل انکم ٹیکس کے وصول کیگئی ہو"۔ اول تو اس قیاس کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا، قیاس کیا، تاریخی واقعات شاہد ہیں کہ نبی اکرمؐ کے وقت میں زکوٰۃ نصاب کے قواعد کے مطابق وصول کیجاتی تھی، اور اسکی ادائگی میں اگر ذرا بھی حیل حجت کیجاتی تھی تو فوراً حضور صلعم کے دربار میں اس امر کی رپورٹ کیجاتی تھی، چنانچہ حضرت ابن عباس رضہ اور حضرت خالدؓ کے واقعات مشہور ہیں، عمال نے رپورٹ کی اور حضور صلعم نے فرمایا کہ ابن عباس دو سال کی زکوٰۃ ادا کر چکے ہیں، اور حضرت خالدؓ نے اپنا مال وقف کر دیا ہے، اس لیے ان پر اب زکوٰۃ نہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جنگ کی جس میں تمام صحابہ کبارؓ شامل تھے، گو شروع میں حضرت عمرؓ نے اسکی مخالفت کی، لیکن آخر ان کا بھی شرح صدر ہو گیا اور وہ بھی جنگ میں شامل تھے، اگر زکوٰۃ اس طریق پر فرض نہ تھی تو گروہ صحابہ کبارؓ کو آخر کیا ہو گیا تھا، جو کسی نے بھی حضرت ابابکر صدیقؓ کی مخالفت نہ کی بلکہ سب کے سب اس جنگ میں شریک ہوئے، اب رہا یہ کہ زکوٰۃ صرف مصارفِ جنگ کے لیے یا تجہیز جیوش اسلامی کیلئے وصول کی گئی ہو، سو اول تو قرائن اسکی مخالفت کرتے ہیں، زکوٰۃ فرض ہوتی ہے فتح مکہ کے بعد جبکہ لڑائیوں کا سلسلہ ہی قریب قریب ختم ہو چکا تھا، جنگ مکہ کے بعد صرف دو تین اور لڑائیاں ہوئی ہیں، اگر زکوٰۃ کا مفہوم مصارفِ جنگ ہی ہوتا تو ضرورت کا اقتضا تھا کہ ابتدائے مدنی زندگی سے اسے فرض کر دیا جاتا، یہ کیا کہ جب لڑائیاں ختم ہونے کو آئیں تو زکوٰۃ فرض کی گئی،

بفرض محال اگر یہ مان لیا جائے کہ زکوٰۃ مصارفِ جنگ کے لیے ہی وصول کی گئی تھی، تو کیا اسلام پر کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب کہ طاغوتی طاقتیں اس کے خلاف آمادۂ پیکار نہ رہی ہوں، کیا ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی ستیزہ کار نہیں ہے، کیا تمام دنیا کی یہ خواہش نہیں رہی کہ (معاذ اللہ) اس قندیل کعبہ کو بجھا دیا جائے، پچھلے زمانہ کو تو جانے دیجئے کیا آج اسلام کے خلاف کم لڑائیاں ہو رہی ہیں، میں تو کہونگا کہ جس جبروت و سطوت سے آج شیطانی تخت دنیا پر بچھایا جا رہا

گیا ہے، کم ہی کبھی اسطرح بجھا ہوگا، یہ درست ہے کہ طرقِ جنگ مین فرق ضرور ہے، لیکن مقصدِ جنگ تو وہی ہے، کیا اس جنگ کے مصارف کے لیے مسلمانون کو کسی فنڈ کی ضرورت نہین؟ حقیقت یہ ہے کہ بدقسمتی سے مسلمانون نے زکوٰۃ کی اہمیت کا احساس نہین کیا اور نہ یہ سیلابِ بلا جس کا انھین آج سامنا کرنا پڑ رہا ہے، کبھی ان کے گھر کا رخ ہی نہ کرتا، زمانۂ جنگ ہو یا امن؛ ہر قوم کو اپنی مدافعت اور فلاح وبہبود کے لیے روپئے کی ضرورت ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ بمقابلہ جنگ کے، امن کے زمانہ مین اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، وقت اس کا شاہد ہے، آج ہی دیکھ لیجئے، گذشتہ جنگِ عظیم کے دوران مین اسقدر اقتصادی مشکلات ہرگز نہین تھین جسقدر آج ہین، اور دنیا بھر کی حکومتون کو روپیے کی ضرورت لاحق ہو رہی ہے،

پھر ارشاد ہے:-

"مگر تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین بیت المال وعاملینِ زکوٰۃ کو موقوف کر دیا تھا، اور مسلمانون کو اختیار دیدیا تھا کہ وہ بطورِ خود زکوٰۃ کا روپیہ جس مستحق کو چاہین دیدین، جب حضرت عثمانؓ نے پرانے پرانے طرزِ عمل کو ترک کرنے مین نہ سنت سے انحراف کیا اور نہ قرآن سے تو کیا ہم اس سے آگے قدم نہین بڑھا سکتے یعنی ان سارے قیود کو جو فقہا نے زکوٰۃ پر عائد کئے ہین علیحدہ کر کے اس کے اصل مفہوم یعنی صدقہ وخیرات کو اختیار نہین کر سکتے۔"

بیشتر اس کے کہ ہم اصل اعتراض کی طرف رجوع کرین آئیے یہ دیکھین کہ اس اعتراض سے معترض کے بنیادی اعتراض کی کیا حقیقت رہ گئی ہے، قسطِ زیرِ بحث مین سارا زور اس بات کو ثابت کرنے مین صرف کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلعم کے وقت مین زکوٰۃ کا کوئی نصاب مقرر نہین تھا، اور یہ بعد مین فقہا کی دماغی اختراع ہے، چنانچہ فرماتے ہین "نصابِ زکوٰۃ کی جو صراحت فقہا نے کی ہے مجھکو کوئی حدیث اسکی تائید مین نظر نہین آئی" اقتباس متذکرۂ صدر سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اتنا جناب جھنگو کو بھی تسلیم ہے کہ حضرت عثمانؓ کے وقت تک زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عاملین مقرر تھے اور زکوٰۃ کا روپیہ بیت المال مین آتا تھا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز کے وصول کے لیے عاملین مقرر تھے اس قدر اہتمام کیا جاتا تھا، ایک علیحدہ محکمہ قائم تھا، کیا وہ بغیر کسی قاعدہ یا حساب کے وصول کیجاتی تھی؟ یعنی پیسہ ٹکا جو کچھ کسی نے اللہ واسطے دیا، اُسے جمع کر لیا،

اور مرکزی حکومت کے بیت المال کی طرف منتقل کر دیا؟ اگر جھنگو صاحب کی تحقیق کے مطابق زکوٰۃ کی شکل خیرات کی سی تسلیم کرلی جائے تو ان جلیل القدر عاملین کی حیثیت کیا رہ جائیگی؟ بالکل ایسے ہی جسطرح آجکل بعض یتیم خانون نے چھوٹی چھوٹی صندوقچیاں مختلف دکاندارون کے ہان لگائی ہوتی ہین، وہ اسمین آدھی پائی ڈالتے رہتے ہین، مہینہ کے بعد یتیم خانے کے لڑکے پہنچے اور محاصل کو جمع کر لیا، کیا اتنی سی بات کے لیے اس قدر نظم ونسق کی ضرورت تھی؟ کیا اسی کے لیے عاملین کو اس قدر سخت تاکیدی احکام دیئے جاتے تھے، اور اگر کوئی مسلمان اس سے انکار کرتا تھا تو اس کے خلاف صحابہؓ کی تمام جماعت تلوار لے کر کھڑی ہو جاتی تھی؟ عقلاً نقلاً درایتاً روایتاً اسے ماننا پڑے گا کہ اسکی شکل بلا تعین خیرات کی سی نہین تھی بلکہ ایک متعین ٹیکس کی صورت تھی، اب جبکہ جھنگو صاحب کو تاریخ سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم صلعم (اور شیخینؓ) کے وقت مین عاملینِ زکوٰۃ مقرر تھے، تو مین کہتا ہون اگر ان کو بفرضِ محال کوئی حدیث نصابِ زکوٰۃ کی تائید مین نہ بھی ملی ہو تو ایک صاحبِ بصیرت کے لیے یہ تاریخی واقعہ ہی کیا کم شہادت ہے؟ لیجئے ہمارے محقق نے اپنے ہی عائد کردہ اعتراض سے اپنے بنیادی اعتراض کی تنقیص کر دی،

خواستم پیکان برآرم در جگر نشتر شکست

اب آئیے اصل اعتراض کی طرف، فرماتے ہین، "حضرت عثمانؓ نے بیت المال کو موقوف کر دیا تھا" دعاوی اس قدر بلند آہنگ اور معلومات کی یہ کیفیت۔ انھین یہ بھی علم نہین کہ اسلامی حکومت مین بیت المال کسے کہتے تھے، بیت المال وہی چیز تھی جسے سرکاری خزانہ کہتے ہین، اب ظاہر ہے کہ جو حکومت (اور پھر حکومت بھی کونسی) اپنے خزانہ کو ہی وقف کر دے وہ چلیگی کسطرح، ان سے پوچھئے کہ اگر بیت المال ہی موقوف ہو چکا تھا تو حضرت عتبہ بن عامرؓ مہتمم کس چیز کے تھے؟

اعتراض اب یہ رہ جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عاملینِ زکوٰۃ موقوف کر دیئے تھے اور لوگون کو اختیار دیدیا تھا کہ وہ اپنے طور پر مالِ زکوٰۃ صرف کر دیا کرین، اور یہ پرانے طرزِ عمل کے خلاف تھا، اس کے لیے ہمین ذرا وضاحت سے دیکھنا ہوگا کہ زکوٰۃ کیا چیز ہے اور اس کے متعلق احکام کی کیا نوعیت ہے، ظاہر ہے کہ زکوٰۃ مین (۱) وجوبِ زکوٰۃ (۲) مصارفِ زکوٰۃ

(۳) تعین مقدار اور (۴) طرقِ حصول چار چیزین ہین، زکوٰۃ کو فرض مان لینے کے بعد باقی تین امور یعنی مصارف تعین اور طرقِ حصول مین اگر ذرا فہم وفراست سے غور کیا جائے تو بالکل واضح ہوجائیگا کہ ان مین کونسی چیز اصولی ہے اور کونسی فروعی، ظاہر ہے کہ کس مقدار مین لیجائے اور کہان خرچ کیجائے، یہ اصولی چیزین ہین، اور کسطرح وصول کیجائے اسکا تعلق محض نظم ونسق سے ہے اور یہ ایک بالکل انتظامی معاملہ ہے، یعنی حالات کے مطابق جو طریق عمل سہل اور زیادہ مفید ہو اسے اختیار کر لیاجائے، نبی اکرم صلعم اور شیخینؓ کے وقت مین یہی طریقہ انسب خیال کیا گیا، کہ تمام زکوٰۃ مرکزی خزانہ مین جمع ہو اور وہان سے قرآن کے قائم کردہ مصارف ثمانیہ پر خرچ ہوا کرے، حضرت عثمانؓ نے بعض مصالح کی بنا پر جو اس وقت ان کے پیش نظر تھے، یہ مناسب سمجھا کہ بجائے مرکزی بیت المال مین جمع ہونے کے لوگ اپنی اپنی جگہ دینی مصارف پر خرچ کردیا کرین، مرکزی خزانہ مین جمع ہو تو اور لوگ انفرادی طور پر خرچ کردین تو مصارف تو وہی تھے جو قرآن نے مقرر کئے تھے، حکومت کو بھی تو یہ آمدنی بالکل الگ رکھکر مخصوص مصارف پر خرچ کرنی پڑتی تھی، حضرت عثمانؓ نے محض تخییر کا حکم دیا تھا اور اسپر بھی مستحسن طریقہ یہی سمجھا جاتا تھا کہ بیت المال مین زکوٰۃ جمع ہو، ظاہر ہے کہ اس فرعی چیز کے ترک کردینے سے اصل زکوٰۃ پر کیا اثر پڑا، یہ شریعت حقہ کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ ایسے فروعی مسائل مین امیرِ شریعت کو حق حاصل ہے، کہ وہ ضروریات وقت کے لحاظ سے اپنے اجتہاد سے ان مین تصرف کرسکتا ہے،

پھر ارشاد ہے:۔ "اسمین شک نہین کہ نصاب زکوٰۃ، زکوٰۃ کو ایک مکمل انکم ٹیکس مین تبدیل کردیتا ہے" اور اس مفہوم کے ماننے مین کوئی حرج نہین ہے بشرطیکہ اسلام اسلامی سلطنت مین محدود ہو"

شکر ہے آپ نے کہین تو اس شکل کو تسلیم کیا، پہلے تو صاف انکار تھا، اب مشروط تو ہوا، عرض یہ ہے کہ قرآن نے کہین یہ شرط عائد نہین کی، قرآن مسلمانون کے لیے ہر زمانہ اور ہر حال مین شمعِ ہدایت ہے، اس مین حکمرانی بھی شامل ہے اور محکومی بھی، قومون پر مختلف ادوار گذرتے ہین، اور مکمل تعلیم وہی کہلائی جاسکتی ہے، جو ہر حالت مین کام آسکے، باقی رہا ضرورت کا مسئلہ سو یہ ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی ضرورت اس وقت اور بھی زیادہ ہے جبکہ سلطنت ہاتھ

سے نکل گئی ہو، سلطنت ہوتے ہوئے تو اور بھی مدات محاصل موجود ہوتی ہین، جب سلطنت نہ ہو تو لے دے کے صرف یہی ایک مد باقی رہتی ہے، جو مدافعانہ کوششون کے جملہ مصارف کی کفیل ہوسکے،

اس کے بعد سلطنت کے اندر اور باہر اسلام پر بحث فرماتے ہوئے رقمطراز ہین:۔ "مگر موجودہ صورت مین جب کہ اسلام اسلامی سلطنت کے حدود سے بہت دور نکل گیا ہے اسی پرانی لکیر کو پیٹتے چلے جانا جو اس زمانہ کی یادگار ہے، جبکہ ہمارے فقہا کے وہم وگمان مین نہ تھا، کہ اسلامی سلطنت کے باہر بھی اسلامی سلطنت کا ہونا ممکن ہے حماقت ہے، بجائے اس کے کہ اس کی تردید مین نظری دلائل پیش کئے جائین اسقدر کہنا کافی ہے کہ اسلامی دنیا کی موجودہ صورت ان تمام خرافات کے منافی ہے، جنھون نے دارالحرب کے سلسلہ مسائل مین ایک وقت اسلام کو قومی وسیاسی مذہب کی صورت مین تبدیل کردیا تھا"

اس سے ذرا ہی آگے جاکر ارشاد ہے:۔ "اس لیے دارالحرب اور دارالاسلام کی تفریق اور دارالحرب مین قیام کی ممانعت اور وہان سے ہجرت کی فرضیت وغیرہ وغیرہ کو اب نسیاً منسیا کردینا چاہئے"

پہلی بات قابلِ غور یہ ہے کہ جب ہمارے فقہا کے وہم وگمان مین بھی نہ تھا، کہ اسلام کا سلطنت کے باہر ہونا بھی ممکن ہے، تو یہ دارالحرب اور دارالاسلام کی تفریق، اور اس کے متعلق جملہ جزئی مسائل کس طرح وضع کئے گئے" لامحالہ یہ فقہی مسائل ہین' اور فقہا ہی نے انھین مرتب کیا ہے، حیرت ہے کہ جو چیز ان کے وہم وگمان مین بھی نہ تھی اس کے متعلق اسقدر طول طویل بحث کا سلسلہ انھون نے کس طرح پیدا کردیا، چونکہ یہ مسئلہ ہمارے نفس مضمون (یعنی نصاب زکوٰۃ) سے بالکل غیر متعلق ہے اس لیے اس کے متعلق کچھ عرض کرنا لاحاصل ہے،

اسمین دو تین امور غور طلب ہین، فرماتے ہین کہ "زکوٰۃ کا نصاب متعین نہ ہونا چاہئے" یعنی یہ نہین کہ قرآن یہ کہتا ہے یا رسول اللہ صلعم نے یون فرمایا ہے، بلکہ بطور ایک ناصحانہ مشورہ کے ترمیم پیش کیگئی ہے کہ نصاب متعین نہ ہونا چاہئے، ایک وہ عمل جو نص قرآنی کی صراحت مین خود رسول اکرم صلعم نے تواتر وتاکید سے کیا، بطور فرض کے قرآن نے اس کا حکم دیا، گروہِ صحابہ نے اس پر عمل کیا، یہی نہین بلکہ جس نے اس سے انکار کیا اس کے خلاف

جنگ کی تیرہ سو سال سے علی التواتر مسلمانون مین بلا اختلاف اسی طرح چلا آیا، اس کے متعلق کسقدر مجتہدانہ ارشاد ہے کہ ایسا نہین ہونا چاہئے، پھر ارشاد ہے کہ "اگر حدیث سے اس کا تعین ثابت ہو تو وہ موقوف ہے" "ایک وقت و زمانہ کیلئے" پہلے تو اس جملۂ شرطیہ کی وجہ ہی سمجھ مین نہین آتی، "اگر ثابت ہو" تو اسطرح لکھدیا کہ گویا احادیث کی کتابین بخارا کی رکھی ہین، اور یہ صاحب ہندوستان کے کسی گاؤن مین بیٹھے مضمون لکھ رہے ہین، اس لیے کہ حدیث کی کتابون مین تو اس قدر وضاحت سے نصاب کا بیان موجود ہے کہ اس کے بعد کسی ظن و قیاس یا شبہہ کی گنجایش ہی باقی نہین رہتی، اس کے متعلق آگے مذکور ہے، باقی رہا یہ کہ وہ "تعین ایک وقت و زمانہ کے لیے موقوف ہے"، سو تا وقتیکہ خاص طور پر کسی حکم کے متعلق یہ صراحت نہ موجود ہو کہ وہ ایک وقت یا زمانہ کے لیے مخصوص ہے، جملہ احکام اسلام کا نفوذ عام ہوتا ہے، اگر یہی کلیہ قائم کر دیا جائے تو قرآن کے قریب قریب تمام احکام منسوخ ہو جائین گے، کیونکہ جب وہ احکام صادر ہوئے ہین تو کسی خاص واقعہ کی بنا پر صادر ہوئے تھے، احکام کا تو یہ فلسفہ ہے کہ ان کا نفوذ خصوصی ہوتا ہے لیکن اطلاق عمومی، تا آنکہ اس کے متعلق خاص طور پر صراحت نہ کر دیجائے، مثالین اسکی عام ہین اور ان کا یہان ذکر کرنا تحصیل حاصل ہے، ایک بات البتہ انھون نے اپنے مخصوص رنگ مین یہان لکھی ہے، ابھی ابھی ہم دیکھ آئے ہین کہ انھون نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ کو بطور انکم ٹیکس ماننے مین کوئی حرج نہین بشرطیکہ "اسلام اسلامی سلطنت مین محدود ہو" لیکن یہان یہ درج ہے کہ "اب زکوٰۃ کا مفہوم، اسلامی سلطنت سے باہر اور موجودہ اسلامی سلطنت کے اندر، خیرات ہے" تو جو اصول پہلے قائم کیا، اسکی خود ہی یہان تردید کر دی، اس پر اب کوئی اور کیا لکھے،

فرماتے ہین کہ "خیرات مسلمانون پر جبکہ وہ مستطیع ہون ہر وقت فرض ہے"، اسمین شک نہین کہ ذی استطاعت مسلمانون کو خیرات کرنے کی ترغیب بار بار قرآن نے دی ہے، لیکن ان عام ترغیبی احکام اور "فرض" مین بڑا فرق ہے، فریضۃً من اللہ (اللہ کی طرف سے واجب) تو صرف زکوٰۃ کے لیے ہی ہے، خیرات کے مقدس فرض کا حکم کہین نہین، البتہ اپنی مرضی سے دینے والون کے لیے بڑے بڑے احکام ہین، فرض کچھ اور ہوتا ہے،

تحریر ہے، "یہ امر بھی قابل غور ہے کہ شریعت یہود اور قوانین نوشیروان جیسی نہین ہے کہانتک فقہاے اسلام نے

عمل کیا خصوصاً یہود کا عشر جس کے متعلق قرآن نے ایک نقطہ بھی نہین کہا، مگر رسول اللہ صلعم سے ایک روایت بیان کیجاتی ہے کہ جو غلہ آسمان یا چشمون کے پانی سے پیدا ہو اسمین دسوان حصہ زکوٰۃ ہے، اور جو غلہ سینچنے سے پیدا ہو اسمین بیسوان حصہ زکوٰۃ ہے، یہ گویا بالکل شریعت یہود کا چربہ ہے جس کو قرآن سے کوئی واسطہ نہین"، اعتراض یہ ہے کہ عشر شریعت یہود کا چربہ ہے جسے قرآن سے کوئی واسطہ نہین، قارئین کرام مین سے جنھون نے گذشتہ قسط متعلقہ صیام کا مطالعہ کیا ہے، انھین یاد ہوگا کہ فاضل مقالہ نگار کا سب سے قوی اعتراض یہ تھا کہ خیط اسود اور خیط ابیض کی تفسیر حدیث نے وہ کیون نہین کی جو یہود کی شریعت مین ہے، اور دعویٰ یہ کیا تھا کہ حدیث وہی قابل قبول ہو سکتی ہے جو قرآن اور یہود کے نوشتون کی تصدیق کرے، چنانچہ اسمین صاف صاف لکھدیا تھا کہ

"یقیناً قرآن نے جو اسلام پیش کیا ہے، یہی اسلام یہود و نصاریٰ پر پہلے پیش کیا گیا تھا" (معارف بابتہ ماہ دسمبر ۱۹۲۸ء)

ہم خوش ہوتے تھے کہ خیر اگر روزے کے فروعی مسائل حق گو صاحب کے قائم کردہ اصول کے مخالف ثابت ہوتے ہین، تو چلو زکوٰۃ کا عشر تو اس اصول کے مطابق ہے، لیکن معلوم ہوا کہ اصول کیا اور کہان کی باتین، یہ تو وقت وقت کی راگنی ہے، جیسا وقت مناسب سمجھا اصول گھڑ لیا، روزے کی سحری و افطار کے اوقات اگر یہود کی شریعت کے مخالف نظر آئے تو اعتراض کہ ان مین تخالف و تباین کیون ہے، اور اب زکوٰۃ کا عشر ان کے مطابق نظر آیا تو اعتراض ہے کہ ان مین مطابقت کیون ہے، ع

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا"، ایک طرف اگر تحریر یہ ہے کہ جو اسلام قرآن نے پیش کیا ہے، یہی یہود و نصاریٰ پر پیش کیا گیا تھا تو دوسری جگہ ارشاد ہے کہ "یہ شریعت یہود کا چربہ ہے، جسے قرآن سے کیا واسطہ"؟ یہ ہے "تنقید صحیح کی وہ روشنی" جس مین "حدیث کا مطالعہ" ہو رہا ہے،

حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ ہم نے صیام والے مضمون مین عرض کیا تھا، حق گو صاحب کو "الدین" اور مذہب مین فرق معلوم نہین جس کی وجہ سے وہ بار بار ٹھوکر کھاتے ہین، جہانتک "الدین" کا تعلق ہے وہ یقیناً وہی حقیقت باہرہ ہے جو تمام انبیائے کرام پر مختلف اوقات مین نازل ہوتی رہی، لیکن مذاہب زمان و مکان کے لحاظ سے بدلتے رہے، اس لیے اگر شریعت محمدیہ صلعم کے فروعی مسائل شریعت یہود سے مخالف ہون، تو بھی کوئی حرج نہین، اور اگر کوئی جزئی مسئلہ اس کے مطابق ہو

تو بھی کوئی قباحت لازم نہیں آتی، اور نہ ان کا باہمی تخالف و تطابق ان کے غلط و صحیح ہونے کا معیار ہے،

اور سنیے، فرماتے ہیں، "اگر ایک سلطنت غلہ پر کوئی ٹیکس وصول کرتی ہے تو اسلام اور مذہب کو اس سے کیا، اگر بہر حال اس قسم کی احادیث سے مطلب یہ تھا کہ عوام کو مذہب کے ذریعہ سے سلطنت کا مطیع بنایا جائے، لیکن اسطرح اگر سلطنت کی طرفداری کی گئی تھی، تو کیا یہ زیبا نہ تھا کہ سلطنت کو بھی مذہب سے ڈرایا جاتا اور ان کو منع کر دیا جاتا کہ عشر وصول کر کے اس سے حرم کیلئے خوبصورت لونڈیاں نہ خریدی جائیں اور علماء کو رشوت نہ دیجائے، بلکہ مفلوک الحال مسلمین کی پرورش پر وقف کر دیا جائے۔"

اگر صبر اجازت دے تو اس اقتباس کو دو تین مرتبہ پڑھئے، پھر معلوم ہو جائیگا کہ اعتراض کیا ہے، اعتراض سب سے پہلے حدیث مسلم پر کہ حضور نے سلطنت کی طرفداری کی اور عوام و سلطنت کا مطیع بنانے کے لیے یہ احکام صادر فرمائے، میرے پاس تو اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں، اس لیے کہ معترض کو خود مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے، آپ ہی فرمائیے کہ اب عیسائی معترضین پر کیا اعتراض ہے، اس علم و دین صحیح کے مدعی نے کچھ نہیں تو کم از کم تاریخ کے ہی چار ورق الٹ لیے ہوتے اور دیکھ لیا ہوتا کہ جب کسی صحابی کو کسی صوبہ کا گورنر بنا کر بھیجا جاتا تھا تو کیا کیا احکام اس کو دیے جاتے تھے، اس سے سلطنت کی طرفداری مترشح ہوتی ہے یا رعایا کا درد، جو فقر کو اپنا فخر سمجھے، غریبوں میں جیئے، غریبوں کے ساتھ مرنے اور غربا کی معیت میں حشر میں اٹھنے کی دعائیں مانگے، وہ سلطنت کا طرفدار ہوگا؟ دوسرا اعتراض بھی پہلے کی کڑی ہے، اگر سلطنت کو مذہب سے ڈرایا نہیں گیا تھا تو خلفائے راشدین ایسے اولو العزم بادشاہ اس بارِ امانت کے اٹھانے سے کیوں خوف کھایا کرتے تھے؟ اگر یہ مال مفلوک الحال مسلمین کی پرورش کے لیے وقف نہیں تھا تو خلیفۃ المسلمین کے پاؤں میں ٹوٹا ہوا جوتا کیوں نظر آیا کرتا تھا، اور کرتے میں سینکڑوں پیوند کس عیش و عشرت کی شہادت دیا کرتے تھے، ع

ہو ذوق گر تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

ارشاد ہے: "عشر در حقیقت یہودیوں کی ایجاد نہیں، اہل بابل و مصر بھی اتنا ہی حصہ اپنے دیوتاؤں پر چڑھاوا چڑھانے کے لیے الگ کر دیا کرتے تھے" چلیے، "نہ بان بیچارہ می سازی نہ باما ساختی" شریعت محمدیہ کا عشر، شریعت یہود کا چربہ اور شریعت یہود کا عشر اہل بابل و مصر کے مشرکین کی نقل، نہ اسے کچھ خدا سے تعلق نہ اُسے،

آگے چل کر لکھتے ہیں: "یہ لطیفہ بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ بعض اوقات ایسے احکام جنکا ذکر قرآن میں نہیں ہے، خود بخود ترک ہو جاتے ہیں، ہندوستان میں کوئی مسلمان کاشتکار اپنی کھیتی کا عشر نہیں دیتا، باوجودیکہ حدیث میں اسکی صراحت ہے، اسی طرح حدیث نے جس بات سے منع کیا ہے اس سے مسلمانوں کو کچھ بھی اکراہ نہیں، چنانچہ زمین کو کرائے پر دینا حدیث میں ممنوع ہے، جیسا کہ مسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے"..... اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ لکھا ہے جسمیں انھوں نے زمین کو کرایہ پر دینا چھوڑ دیا تھا، اس کے بعد درج ہے، "مگر کوئی مسلمان اس پر عمل نہیں کرتا حالانکہ یہ روایت سوشلزم کی جان ہے"

دعویٰ یہ ہے کہ جو احکام قرآن میں نہیں ہیں وہ خود بخود ترک ہو جاتے ہیں، اور دلیل یہ ہے کہ دیکھو لوگ عشر نہیں دیتے اور زمین کرایہ پر دیتے ہیں، پہلے تو یہ دعویٰ ہی غلط ہے، ترکِ اعمال سے یہ نتیجہ استنباط کرنا کہ ان کا حکم قرآن میں نہیں واقعات کو جھٹلانا ہے، قرآن کے کتنے صاف صاف احکام ہیں، جنھیں آج مسلمانوں کی اکثریت نے چھوڑ رکھا ہے، نماز ہی لیجئے، آپ کی تاویل کے مطابق تین ہی وقت کی سہی، کتنے مسلمان ہیں جو اس کے پابند ہیں، روزے لے لیجئے، تین دن یا دس دن کے ہی سہی، کتنے مسلمان روزہ دار ہوتے ہیں، زنا، چوری، شراب، جوا، وغیرہ افعال خبیثہ کے متعلق صریح احکام قرآن میں موجود ہیں، کتنے مسلمان ہیں جو ان سے مجتنب ہیں، اگر آپ کا قائم کردہ معیار ہی درست سمجھا جائے تو ان احکام کو ضرور قرآن سے خارج کر دینا پڑیگا، باقی رہا یہ کہ لوگ عشر نہیں دیتے، لوگ زکوٰۃ کب دیتے ہیں، آپکی تاویل سے اسے خیرات ہی سمجھ لیجئے، کتنے مستطیع مسلمان ہیں جو مخیر ہیں، دوسری مثال جو ہمارے حق گو صاحب نے پیش کی ہے وہ ہمارے دعویٰ کی خود دلیل اور ان کے دعویٰ کی نقیض ہے، یعنی باوصفیکہ زمین کو کرائے پر نہ دینے کا حکم سوشلزم کی جان ہے، لوگ پھر بھی اس سے باز نہیں رہتے، اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی پابندی یا ترکِ اعمال، ان احکام کے حسن و قبح یا نسخ کا معیار نہیں ہو سکتا، اعمال کا فلسفہ کیا ہے، اس کا ذکر آگے آئیگا،

لکھتے ہیں: "قرآن کو چھوڑ کر دوسروں کے اقوال کی تقلید کا نتیجہ اکثر ایسا ہی ہوا ہے، کیونکہ انسانی اقوال انسانی طبیعت کے اختلاف پر نظر نہیں کرتے اور وہ اپنے اوپر تمام انسان کی طبیعت کو محمول کر لیتے ہیں، اور قرآن سے خلافِ منشا تشدد سے کام لیتے ہیں نتیجہ یہ رہتا ہے کہ مسلمانوں کا بڑا حصہ سرے سے اس فرض ہی کو ادا نہیں کرتا، مسلمانوں میں

بالعموم جو نماز روزہ کی پابندی نہین ہے اسکا بھی یہی سبب ہے کہ اثرِ قرآن سے زیادہ تشدد کیا گیا اور لوگون نے اسکی وجہ سے اصل فرض کو بھی گم کر دیا"

"قرآن کو چھوڑ کر دوسرون کے اقوال" کا مطلب اگر یہی ہے کہ دوسرون کے اقوال قرآن کے مخالف ہون تو اس مین کسے کلام ہے۔ قرآن تو ایک طرف رہا "دوسرے اقوال پیش کرنے والون" نے تو یہانتک کہہ دیا ہے کہ ان کا کوئی مسئلہ اگر حدیث صحیح کے خلاف نظر آئے تو فوراً ٹھکرا دیا جائے، اب ان کے قول پر اعتراض خود قرآن پر اعتراض ہے، اگر دوسرون مین پیغمبر بھی شامل ہے، تو معاف رکھئے قولِ پیغمبر کے بغیر تو قرآن پر عمل ہونے سے رہا، نیز ہمارے نزدیک تو عام انسانون اور پیغمبرون مین فرق ہی یہی ہے کہ پیغمبر برخلاف عام انسانون کے انسانی طبیعت کو اپنے اوپر محمول کرکے نسخہ نہین تجویز فرماتے بلکہ وہ انسانی فطرت کی انتہائی گہرائیون تک پہنچکر اس کا صحیح صحیح مطالعہ کرتے ہین ان کا علم ذاتی تجربات پر مبنی نہین ہوتا بلکہ ان کا سرچشمہ علم وہ مبداء حقیقی ہوتا ہے جو بحیثیت خالق ہونے کے فطرتِ انسانی کا بہترین نبض شناس ہوتا ہے

"اقوال کی بحث مین مصنف اور مفسر کا باریک فرق ضرور پیشِ نظر رہنا چاہیے،

اب رہا تشدد، سو یہ مسئلہ ذرا وضاحت طلب ہے، سوال یہ ہے کہ دنیا مین جتنے اعمال شعوری طور پر انسان سے وجود مین آتے ہین، ان کی علت کیا ہوتی ہے، یعنی فلسفۂ اعمال کیا ہے، ظاہر ہے کہ انسان کے پیشِ نظر ایک مقصد ہوتا ہے جس کے حصول کی خواہش اس کے دل مین جذبات پیدا کرتی ہے، جو محرک ہوتے ہین اعمال انسانی کے، جبتک یہ جذبات پیدا نہ ہون گے اعمال سرزد نہ ہونگے، اور جذبات ہمیشہ کسی مقصد کے حصول کے لیے ہونگے، گویا اعمال کا سرزد ہونا کسی مقصد کے حصول کے لیے ہوگا، یہی جذبات یا خواہش ہے جس کا نام حدیث مین "نیت" رکھا گیا ہے، اب یہ بھی ظاہر ہے کہ جس قدر کوئی مقصد زیادہ گرانبہا یا عزیز ہوگا اسی قدر اس کے حصول کے لیے زیادہ جدوجہد کیجائیگی، اور اس راستہ مین جس قدر مشکلات کا سامنا ہوگا، خوشی خوشی انھین برداشت کیا جائے گا، مقصد کا حصول ہی تو ہے جس کے لیے انسان جان تک کی سی عزیز چیز قربان کر دیتا ہے، میدانِ کارزار مین گولیون کی بوچھار مین سینہ سپر ہوکر کھڑا ہو جاتا ہے، یہ سب کچھ کرتا ہے لیکن کبھی اس کا نام تشدد نہین رکھتا، اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ جو تکالیف وہ اس وقت برداشت کر رہا ہے نتیجہ صلہ ضرور حاصل کر رہیگا، مذہب کی اصطلاح مین اسی "جاننے" کا نام ایمان ہے، دنیوی مقاصد عام طور پر جلب منفعت یا دفع مضرت پر مبنی ہوتے ہین، اور اس کا نتیجہ انسان کی آنکھون کے سامنے ہوتا ہے، ایک شخص بلدیہ کی رکنیت یا اسمبلی یا کونسل کی امیدواری کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور ہزارون روپیے پانی کی طرح بہا دیتا ہے، اسی شخص سے اگر آپ پانچ روپیے کسی مسجد کی مرمت کے لیے طلب کرین تو اسپر بیحد شاق گذریگا، حکام کی خوشنودی کے لیے سمندر پھاڑ دینگے، پہاڑ کو دریا بنا دینگے، برفانی میدانون مین رات دن دشت نوردی کرینگے، لیکن اگر وضو کرنے کے لیے موزہ اتارنا پڑیگا تو اسے وبالِ جان سمجھینگے، وجہ اسکی بالکل کھلی ہوئی ہے، ایک طرف اس کا ایمان ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کا صلہ ضرور ملیگا، اس کا نتیجہ ضرور مرتب ہوگا، دوسری طرف بظاہر اس کے پیشِ نظر کچھ نہین ہوتا، ایک شخص کو آپ کہتے ہین کہ ایک ہزار روپیہ خدا کی راہ مین خرچ کر دے، وہ دیکھتا ہے کہ بظاہر یہ خرچ روپیہ ضائع کر دینے کے مترادف ہے، اگر یہی روپیہ وہ کسی تجارت مین لگائے گا تو اسے اس قدر منافع ہوگا تو وہ ٹھیک کہتا ہے اسلیے کہ دوسری طرف اس کے سامنے کوئی تجارت نہین، کوئی منافع نہین لیکن اگر اسے اس کا بھی یقین ہو جائے کہ وہ تجارت اس دنیوی تجارت سے کہین بڑھکر سودمند اور وہ منافع چند دراہم معدود کے مقابلہ مین بیش بہا جنس ہے، تو بغیر کہے اس تجارت مین روپیہ لگا دیگا، سو واضح ہو گیا کہ ایک ہی کام ایک شخص کے لیے تشدد ہے دوسرے کے لیے عین راحت، نہین نہین بلکہ ایک جذبہ کے ماتحت تشدد ہے، اور دوسرے کے ماتحت مسرت، غنیمت سمجھیے کہ آج تو اس قدر سہولتین پیدا ہو گئی ہین کہ تشدد کا نام بھی موجود نہین، تشدد (عام ذہنیت کے مطابق) اگر تھا تو اس وقت جبکہ اسلام نے سب سے پہلے اپنی دعوت پیش کی ہے، ایک قوم صدیون سے شراب کی عادی چلی آتی ہے، اس کے متعلق شام کے وقت ممانعت کا حکم آ جاتا ہے، علی الصبح گلیون مین شراب کی نالیان بہ جاتی ہین، اور یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گویا کبھی پی ہی نہین، آج اس حکم کا نام تشدد ہو جائیگا یا نہین؟ جس قوم کے افراد کا ایک ایک کام فال دیکھ کر یا پانسہ پھینکا کر عمل مین آتا تھا، اُسے یکسر قمار بازی سے روک دیا جاتا ہے، جو لوگ دوسرے قبیلہ کی حسین و جمیل دوشیزہ لڑکیون کے نام لے لیکر مجامع و محافل مین اُن کی داستانِ حسن و عشق فخریہ بیان کیا کرتے تھے، انھین حکم دیا جاتا ہے کہ جب چلو تو آنکھین بھی نیچی کرکے چلو، ان کے آباو اجداد کا وطن ان سے چھڑا دیا جاتا ہے، بہتون کو میدانِ جنگ مین دھکیل دیا جاتا ہے، مال ان کا صرف کر دیا جاتا ہے، یہی نہین غریب و نادار مسلمان کفار کے ہاتھ آ جاتے ہین تو ان پر ظلم و ستم

روا رکھے جاتے ہین کہ آج ان کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین، لیکن وہ اللہ کے بندے ہین، کہ اُف تک نہین کرتے،
کوڑے پر کوڑا پڑ رہا ہے اور منھ سے نام "اللہ" نکل رہا ہے، سولی پر لٹکا دیئے جاتے ہین، بھڑکتی ہوئی آگ کے تنور کر دئیے
جاتے ہین، لیکن ان کی پیشانی پر بل نہین پڑتا، بالآخر کچھ تو ہے جو یہ سب کچھ اس وقت تشدد نہین تھا، اور آج
پانچ وقت کی نماز بھی تشدد مین داخل ہے، یہ کیون ہے، وجہ بالکل ظاہر ہے، اس وقت پیشِ نظر ایک مقصد ایک
عظیم الشان مقصد کا حصول تھا، اس لیے اسکی راہ مین جسقدر مصائب کا سامنا ہوتا تھا خوشی خوشی برداشت کیجاتی
تھین، آج کوئی مقصد پیشِ نظر نہین، اسلیے بوٹ کا تسمہ کھولنا بھی تشدد ہے، مین کہتا ہون چلیئے یونہی سہی کہ نماز
روزہ جو مسلمانون مین اس وقت رائج ہے، وہ قرآن سے زیادہ تشدد ہے، آپ نے جو مذہب کو اس قدر نرم کر دیا ہے
کتنے مسلمان ہین جو اس پر کاربند ہین، نمازین پانچ نہ سہی تین ہی سہی، کتنے مسلمان تین وقت ہی کے پابند ہین، روزے
تیس نہ سہی، دس سہی، ذرا اعداد و شمار سے معلوم کیجئے کہ کتنے مسلمان اس سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہین، آپ نے
پانچ نمازون کو تشدد قرار دیا اور تین کو سہولت، لوگ اس تین کو بھی تشدد کہہ رہے ہین، آج روشن خیال طبقہ جو
مذہب سے بیگانہ بلکہ بیزار نظر آتا ہے اسکی یہ وجہ نہین کہ مذہب مین تشدد ہے، بلکہ اسکی وجہ کچھ اور ہے، اور وہ وہ چیز ہے
جس کا ذکر دبی ہوئی زبان سے آپ نے بھی اسی مضمون مین کر دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہین:-

"اور اس سوادِ اعظم اسلام (یعنی ہندوستان) کا کام بغیر سلطان کے چل رہا ہے، نہ صرف چل رہا ہے
بلکہ ان مین عمرانیت و شخصی آزادی ان ممالک سے زیادہ ہے، جہان اسلامی سلطنتین ہین"

عمرانیت کا تو سوال ہی جداگانہ ہے اسے ہماری بحث سے تعلق نہین، البتہ یہ "شخصی آزادی" قابلِ غور ہے،
جہانتک نفس آزادی کا تعلق ہے، سبحان اللہ، اللہ کی ایک نعمت ہے، اور یہ فخر صرف اسلام کو ہی حاصل ہے کہ اس نے
دنیا مین اگر صحیح آزادی کا مفہوم پیدا کیا، ورنہ اس سے قبل دنیا اس نام سے بھی آشنا نہین تھی، انسانی ذہنیت اس درجہ
گرانبار طوق و سلاسل کہ سر اٹھانا جانتی ہی نہ تھی، اسلام نے آکر یہ سبق دنیا کو دیا کہ وسخر لکم ما فی السمٰوات والارض
اور بتا دیا کہ عبودیت اور بندگی صرف ایک احکم الحاکمین کی ہے، باقی تمام موجودات انسان کی مملکت مین، لیکن ہر چیز کی ایک حد

ہوتی ہے اور جونہی وہ حدِ اعتدال سے متجاوز ہوئی نافع سے مضر ہوگئی، اس آزادی کے باوجود نظامِ عالم چند قیود و
پابندیون کا رہین ہے، ان قیود و قوانین کو توڑیئے جو حکومت یا سوسائٹی نے عائد کر رکھے ہین، اور پھر انکھ کھول کر دیکھیے
کہ آپ اپنے آپ کو کہان پاتے ہین، اسی حدِ اعتدال سے بڑھی ہوئی شخصی آزادی کو سلب کرنے کے لیے حکومت کو اس قدر
اہتمام کرنا پڑتا ہے، عدالتین قائم ہین، پولیس ہے، فوج ہے، جیلخانے ہین، دار و رسن ہے اور پتہ نہین کیا کیا ہے، کیا
ظلم ہے کہ عدالت کی کرسی پر بیٹھے صبح سے شام تک اس "شخصی آزادی" کے خلاف حکم پر حکم صادر کیا جائے تو معدلت گستری
اور انصاف پروری نام پائے، لیکن اگر مذہب شخصی آزادی کی حدود بندی کرے، تو تنگ نظری نام پائے، دنیا مین
سب سے زیادہ اختیار انسان کو اپنی جان پر ہوتا ہے، ایک آدمی اپنی اس غیر مشترک ملکیت کو اگر تلف کرنیکا قصد بھی
کرے تو قید و بند مین محبوس کر دیا جائے، کیا یہ "شخصی آزادی" کے خلاف نہین؟ اس سے کم آدمی کو اپنے پیدا کردہ
مال پر اختیار ہوتا ہے، لیکن حکومت ہر شخص سے اسکی آمدنی کا ایک حصہ ہر سال وصول کر لیتی ہے، کیا یہ اسکی شخصی
آزادی کے منافی نہین ہے؟ یہ سب کچھ تو جائز، لیکن اگر مذہب کے قوانین اسی آمدنی مین سے کچھ سالانہ مانگین تو تشدد
عدالت مین ایک شخص ذرا گستاخی سے پیش آئے تو توہینِ عدالت کے جرم مین جیلخانہ بھجوا دیا جائے، لیکن اگر کوئی
نائب رسول صلعم کو سر بازار ہدفِ سب و شتم بنائے تو اس کے خلاف آواز نکالنے والے کو تنگ نظر، متعصب اور قیامت
قرار دیا جائے، اگر کوئی شخص کپڑے اتار کر برہنہ بازار مین نکل کر اپنی "شخصی آزادی کے پیدائشی حقوق" کا ثبوت پیش
کرے تو سوسائٹی کے قوانین حوالات مین دیدین، لیکن اگر مذہب عورتون کو سر اور سینہ ڈھانپنے کا حکم دے تو تشدد
نام پائے، وجہ اسکی ظاہر ہے، سو صاحب! یہ جو آج مذہب کے ہر حکم کا نام تشدد رکھا جا رہا ہے یہ اسی نعمتِ عظمیٰ یعنی
"شخصی آزادی" کی کرم گستری ہے، لوگ مسلمانون کو گالیان دیتے ہین، ان کے واجب التعظیم بزرگون کو موردِ طعن و تشنیع
ٹھہراتے ہین، خدا و رسول پر پھبتیان کستے ہین، ملائک و جنت کا تمسخر اڑاتے ہین، لیکن اُن کے خلاف اگر ذرا آواز نکالی
جاتی ہے تو فوراً کہدیا جاتا ہے کہ یہ "شخصی آزادی" کے منافی ہے، سچ فرمایا تھا حضرت اکبر مرحوم نے،

منوی کو بھی بد نہ کہو ترغیب ہے یہ — کس سے یہ کہون نفس کی تخریب ہے یہ

شیطان کو رجیم کہہ دیا تھا اک دن　　　اک شور مچا خلافِ تہذیب ہے یہ

ہاں تو صاحب، یہ جو آج مسلمان احکام اسلام کے متبع نظر نہین آتے اسکی وجہ ان احکام کا نسخ نہین بلکہ ہماری "شخصی آزادی" ہے، اور اسکی علت یہ کہ آج ایمان موجود نہین جو یہ سمجھائے کہ ایک بہت بڑا مقصد ہمارے پیش نظر ہونا چاہیے، وَاِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی،

فرماتے ہین:- "نصاب زکوٰۃ کی جو صراحت فقہانے کی ہے مجھے کوئی حدیث اسکی تائید مین نظر نہ آئی، البتہ انس رض سے مسلم مین ایک روایت ہے جس کی تائید ابن عمر کی روایت سے ہوتی ہے، دونون مین فرق یہ ہے کہ ایک نے ابوبکر صدیق کا نام لیا ہے اور دوسرے نے آنحضرت صلعم کا، انس کی روایت یون ہے......" اس کے بعد حضرت انس کی روایت سے وہ مشہور حدیث لکھی ہے جسمین نصاب زکوٰۃ کی صراحت ہے، یعنی "وعن انس رضی اللہ عنہ ان ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کتب لہ ھذا فریضۃ الصدقۃ التی فرضھا رسول اللہ صلعم........"

معلوم نہین یہ حقگو صاحب کن کتابون سے حدیثون کی تلاش کرتے ہین کہ انھین کبھی کوئی حدیث ملتی ہی نہین اور نہ صلوٰۃ کے متعلق انھین حدیث ملی، صیام کے متعلق ان کی کوشش رائگان گئی، اب زکوٰۃ کے متعلق بھی یہی دقت پیش آئی حالانکہ یہ صحاح ستہ مین اس کے ہر مسئلہ کے متعلق علیحدہ علیحدہ ابواب قائم کرکے متعدد احادیث صحیحہ درج ہین، زکوٰۃ کو ہی لیجئے اول تو جو حدیث فاضل مقالہ نگار نے درج فرمائی ہے، اسمین بھی دیانت سے کام نہین لیا، وہ حدیث بہت طول طویل ہے اسمین زکوٰۃ کے جملہ نصاب بالتفصیل درج ہین، جتنا حصہ انھون نے نقل کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اونٹ بکری کا نصاب ہی حدیث مین ہے، اس کے سوائے اور کسی چیز کا نہین، اسمین شبہہ نہین کہ عربون کی ملکیت زیادہ تر جانور ہی ہوتے تھے، لیکن اسی حدیث مین یہ الفاظ بھی تو ہین، جو حقگو صاحب نے درج نہین فرمائے،

وفی الرقۃ فی مائتی درھم ربع العشر فان لم تکن الا تسعین ومائۃ فلیس فیھا صدقۃ

اس سے نقدی کا نصاب ثابت ہے،

اسی طرح جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلعم نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو انھین زکوٰۃ کے متعلق بتایا بات

ارشاد فرمائین جو حدیث کی کتابون مین درج ہین، اسی طرح سے ان احادیث کو دیکھیے،

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلعم تؤخذ صدقات المسلمین علی میاھھم، رواہ احمد ولابی داؤد ولا تؤخذ صدقاتھم الا فی دورھم

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ، رواہ البخاری،

وقت کے متعلق ملاحظہ فرمائیے،

وعن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم اذا کانت لک مائتا درھم وحال علیھا الحول ففیھا خمسۃ دراھم ولیس علیک شئ حتی یکون لک عشرون دینارا وحال علیھا الحول ففیھا نصف دینار فما زاد فبحساب ذلک ولیس فی المال زکوٰۃ حتی یحول علیہ الحول،

اب فرمائیے اس سے زیادہ نصاب اور وقت کی تصریح اور کہاں ہوگی، اور حقگو صاحب کو کوئی حدیث ہی نہین ملی، اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے، من استفاد مالا فلا زکوٰۃ علیہ حتی یحول علیہ الحول والراجح وقفہ، حضرت علی رض سے روایت ہے کہ لیس فی البقر العوامل صدقۃ[۲]، حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، قال فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وفیما سقی بالنضح نصف العشر (رواہ البخاری) اسی طرح حضرت ابی موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے اسمین شعیر، حنطۃ، زبیب، اور تمر کا نصاب مقرر ہے، عنب و نخل کے متعلق حضرت عتاب بن اسید رض سے حدیث مروی ہے، زیور، سونے، رکاز، اور کنز وغیرہ کے متعلق حضرت عمرو بن شعیب رض اور ام سلمہ رض سے روایات ہین، یہ سب احادیث صحاح ستہ مین موجود ہین اور جسکا جی چاہے کتابین اٹھاکر دیکھ لے، اسقدر احادیث کی موجودگی مین یہ کہنا کہ فقہانے جو نصاب کی صراحت کی ہے، اسکی تائید مین کوئی حدیث نظر نہین آئی، کوتہ نظری نہین تو کیا ہے،؟

حضرت ابوبکر صدیقؓ والی حدیث درج کرنے کے بعد فرماتے ہین "یقیناً ان احکام کا تعلق مذہب سے نہین ہو
بلکہ محض سیاست و خراج ملکی سے ہے، محدثین نے اسکو ابوبکر صدیقؓ سے بیان کیا ہے اور مین اسکو جسٹی نین سے بیان کر
ہون، پرانے ترکون مین یہی ٹیکس کواہ، کہلاتا تھا اور مین نے خود یہ ٹیکس انگریزی حکومت کی طرف سے جبکہ مین
کردستان مین ڈپٹی اسسٹنٹ پولٹیکل افیسر تھا، قبائل بنی تمیم سے وصول کیا"۔

پہلے حصہ کا جواب تو دیا جاچکا ہے کہ مذہب کو سیاست سے تعلق ہے یا نہین، خط کشیدہ فقرے کے متعلق
اس کے اور کیا جواب ہوسکتا ہے جو قرآن نے تجویز فرمایا ہے کہ لکم دینکم ولی دین، ہمارے نزدیک تو جب کوئی
فیہ مسئلہ آیگا ہم اللہ اور اللہ کے رسول یا انھین سمجھنے والون کی طرف رجوع کرین گے، آپ جسٹی نین یا نوشیروان
دروازہ کھٹکھٹاتے پھرئے انھین کے لیے ہی شاید حضرت اکبر مرحوم نے فرمایا تھا کہ

سدھارین شیخ کعبے کو ہم انگلستان دیکھینگے … وہ دیکھین گھر خدا کا ہم خدا کی شان دیکھین گے

اگر جسٹی نین سے مراد ان کی وہی (JUSTINIAN) ہے جس کے عہد حکومت مین مشہور رومن قانون JUS
(TINIANCODE) مرتب ہوا تھا تو ہمین تو اس کی بھی خوشی ہے کہ دنیا کی دو بڑی تہذیبون سے ہمارے نصاب
زکوٰۃ کی تائید ہورہی ہے، ایک رومن تہذیب اور ایک موجودہ تہذیب مغرب کہ ان مین انکم ٹیکس اسی شکل مین ہے
جس مین ہمارا نصاب زکوٰۃ، باقی اگر یہ اعتراض ہو کہ رسول اللہ صلعم، حضرت ابا بکر صدیقؓ نے یہ نصاب جسٹی نین کے
قانون سے لیا ہے تو بدیہات سے یہ ثابت نہین، جسٹی نین کی وفات ۵۶۵ء مین ہوئی، اور بعثت نبی کریم صلعم
کا زمانہ اوائل ساتوین صدی (حضور کا وصال ۶۳۲ء مین ہوا) جسٹی نین کو ڈیڑھ پچاس ضخیم ترین جلدون مین مرتب ہوا
تھا، اور اس زمانہ مین طباعت و نشر و اشاعت کا جو انتظام تھا وہ اس بات پر شاہد ہے کہ اتنے قلیل عرصہ مین رومن
قانون کی اس قدر ضخیم کتاب عربی زبان مین کسی صورت مین بھی منتقل نہ ہوسکتی تھی نہ قرن اول کے وہ مسلمان رومن
زبان سے واقف تھے، اس کے علاوہ وسائل نقل و حرکت اور رسل و رسائل بھی اس درجہ عام نہ تھے، اس لیے حضرت
صدیقؓ کے ہان یہ نصاب ملتا ہے، تو اسے جسٹی نین کو ڈسے کوئی علاقہ نہین، اگر ترکون کے ہان یا انگریزی حکومت

ہین ایسا ٹیکس ہے تو نصاب زکوٰۃ پر اسکا کیا اعتراض، اسلام نے شراب کی مذمت بیان کی، آج امریکہ مین شراب کے خلاف
جہاد ہورہا ہے، تو اس کے یہ معنی تو نہین کہ اسلام نے امریکن تہذیب یا قانون کی خوشہ چینی کی ہے۔

ارشاد ہے:۔ "نصاب زکوٰۃ کا مدعا اگر یہ ہے کہ زکوٰۃ کی پابندی بجائے عام تاکید کے ایک فرض خاص سمجھا جائے
تو اس کو عملی حیثیت سے دیکھو، اول تو انکم ٹیکس اور خیرات مین باہم اتفاق کی صورت نہین، ایک جبریہ ہے اور دوسرا اختیاری
کیا مسلمان بھی قاضی ابو یوسف کی طرح اس ٹیکس کے دینے مین حیلہ حوالہ کیا کرینگے، یا حاجتمندون کی حقیقی معنون مین
امداد کرینگے، فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس خیرات کرنے کو مال ہے مگر فقہ کی رو سے اس پر ابھی نصاب واجب نہین
ہوتا تو تم ایسے شخص کو کیونکر خیرات کی طرف مائل کرسکتے ہو، حالانکہ ضرورت تو یہ تھی کہ اس کو زکوٰۃ کا مفہوم وہی بتایا
جائے جس کے لیے نصاب و وقت کی کوئی قید نہ ہو، آخر مین گذارش ہے کہ زکوٰۃ نماز کی طرح ایک فرض روزانہ ہے،
عیسائیون مین ہر اتوار کو جب نماز ختم ہوجاتی ہے تو زکوٰۃ جمع ہوجاتی ہے اور وہ نیک کامون مین خرچ ہونے کیلئے
گرجا مین جمع رہتی ہے کیا اسمین اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ کی بو نہین آتی، کیا تم بھی اپنی جمعہ کی نماز کے ساتھ
ایک آدھ روپیہ زکوٰۃ کا نہین نکال سکتے؟"

فی الواقع یہی صورت بہتر ہے کہ عملی حیثیت سے اسے دیکھا جائے، جہانتک روپیہ خرچ کرنے کا تعلق ہے
خواہ وہ انکم ٹیکس کی شکل ہو یا روزانہ خیرات، جبری اور اختیاری کا سوال ہی پیدا نہین ہوتا، کیونکہ جب ایک چیز
فرض ہوگئی تو اسمین اختیار کہان سے رہا، البتہ اگر نصاب اور وقت کے جبر و اختیار کی طرف اشارہ ہے تو یہ صورت
ضرور عملی حیثیت سے جانچنے کے قابل ہے، جن لوگون نے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی خاطر دیا ہے، ان کے متعلق تو کوئی
وقت ہی نہین، وہ تو جبری زکوٰۃ بھی دینگے اور روزانہ خیرات بھی، یہ اعتراض کہ ایک شخص کے پاس روپیہ ہے لیکن
فقہ کی رو سے اس پر ابھی نصاب واجب نہین، تو ایسے شخص کو کیونکر خیرات کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے، بالکل بے معنی
ہے، فقہ نے یہ کہان کہہ رکھا ہے کہ جس شخص پر ابھی نصاب واجب نہ ہو وہ اگر خیرات مین ایک پیسہ بھی دیگا تو بجانسی
لٹکا دیا جائیگا، خیرات دل کی خوشی کا نام ہے، اپنے مال پر جب اختیار حاصل ہے تو جتنا چاہے دے، کون روک سکتا ہے، ادینے والون

کی تو یہ کیفیت ہے کہ کسی کو کانون کان خبر بھی نہین ہونے دیتے اور خرچ کرتے رہتے ہین، لیکن جو دینا نہین چاہتے وہ ہزار حیلے بہانے بنائین گے، جب جبر مین یہ حالت ہے کہ قاضی ابو یوسف کی طرح حیلہ ساز پیدا ہوتی ہین تو ایسے لوگون سے اختیار مین توقع رکھنا کہ جبر سے زیادہ دیدینگے خود فریبی کے سوا اور کیا ہے، اسی سورۂ برأت مین معذرین کا حال بیان ہے کس قدر حیلے تراشتے تھے، لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ان نادار لیکن صاحبِ دل مسلمان ضعفاء کا ذکر کیا ہے جنکا دل خون ہوجاتا تھا کہ ان کے پاس خرچ کرنے کو کیون نہین ہے، اور جب وہ اس حالت مین لوٹتے تھے تو کیفیت یہ ہوتی تھی کہ

واعینھم تفیض من الدمع حزناً الا یجدوا ما ینفقون، | ان کی آنکھون مین آنسو آجایا کرتے تھے کہ وہ خرچ کرنے کو مال نہین پاتے،

اگر آپ فطرت انسانی کا اس قدر گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہین کہ جبر کے بجائے اختیار مین مال زیادہ دے دیا کرتے ہین تو "وقت آن نیست کہ در خانہ نشینی بیکار"۔ دنیا آج اقتصادی مشکلات مین گرفتار ہے، حکومت بڑے بڑے ماہرین اقتصادیات و معاشیات سے مشورے طلب کر رہی ہے آپ آئیے اور انھین کہئے کہ جسقدر جبری ٹیکس عائد کئے جاتے ہین سب منسوخ کر دیئے جائین، انکم ٹیکس اڑا دیا جائے، لگان کی شرح موقوف کردیجائے، ریل کے ٹکٹ، ڈاکخانہ کے اسٹیمپ فروخت کرنے بند کر دیئے جائین، بحری محصول ہٹا دیا جائے اور لوگون کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے کہ جو کسی کا جی چاہے دے جائے، پھر دیکھئے کہ خزانہ عامرہ کے اعداد و شمار ایک مہینے کے بعد کیا کہتے ہین، جو سوال انھون نے جبری زکوٰۃ کے خلاف کیا ہے، مین باادب ان سے دریافت کرنا چاہتا ہون کہ فرض کرو ایک شخص کے پاس دس ہزار روپیہ جمع تھے جسپر زکوٰۃ واجب آتی ہے، اگر نصاب کی رو سے اس پر آپ زکوٰۃ فرض نہین کرتے اور خیرات کی شکل مین یہ فرض عائد کرتے ہین تو اگر وہ ایک روپیہ بطور خیرات دے کر اس فرض سے سبکدوش ہوجائے تو آپ کس طرح اس سے کچھ اور وصول کر سکتے ہین، نصاب مین زیادہ نہین تو اڑھائی روپیہ دے کر تو چھوٹے گا، تو عملی حیثیت سے یہ صورت زیادہ منفعت بخش ہے یا آپ کی مجوزہ اسکیم، لوگ کئی خیراتی فنڈز مین

حکومت کو چندے دیتے ہین، لیکن اگر انکم ٹیکس کا ایک روپیہ بھی اُن کے ذمہ بقایا ہو تو محکمہ جب تک وصول نہ کرلے پیچھا نہین چھوڑتا اور بصورت عدم ادائیگی جیل خانہ دکھانے سے بھی نہین چوکتا، یہ سب جائز اور درست، لیکن اگر مذہب ایسا جبری ٹیکس مانگے تو تشدد، باقی رہا گرجا کا چندہ، سو صاحب وہ تو ان کی فتوحات بالائی ہوتا ہے، ان کے جملہ مصارف کی ذمہ دار خود حکومت ہوتی ہے، جس کے "بیت المال" مین "زکوٰۃ" (انکم ٹیکس) کا روپیہ بھی موجود ہوتا ہے،

حقیقت یہ ہے کہ حق گو صاحب زکوٰۃ کے صحیح مفہوم یا اسکی اصل روح (SPIRIT) کو سمجھے ہی نہین ہین، زکوٰۃ محض نقد آمدنی پر ٹیکس کا نام ہی نہین بلکہ یہ تو زراعت، جانور، زیور، دفینہ، خزانہ غرضیکہ مختلف اشیائے ملکیت پر ٹیکس کا نام ہے اور ہر شخص جانتا ہو کہ (REVENUE) کی یہی بڑی مدات ہوتی ہین، اگر انہی کو اختیاری قرار دیدیا جائے تو نظام کس طرح قائم رہے، آج اگر ایک امام یا مرکزی بیت المال موجود نہین تو خیر اسکی تنظیم کے دوسرے طریقے ہو سکتے ہین، بلکہ اسلام حکومت کی جو صحیح شکل پیدا کرنا چاہتا تھا، ایک چھوٹے سے پیمانے پر اس کا نقشہ قائم ہو سکتا ہے، اسلام کا منشا یہی تھا کہ ہر قریہ اور ہر بستی بہ حیثیت خود ایک جمہوری حکومت ہو، آج بھی اگر کوئی ایسی تنظیم کی صورت پیدا ہو جائے کہ کم از کم ایک بستی ایک قصبہ کے زکوٰۃ کی آمدنی صحیح طور پر وصول کیجائے اور اُسے صحیح مصرف مین خرچ کیا جائے تو آپ دیکھین کہ مسلمانون کی کیا حالت ہوتی ہے، لیکن شرح ٹیکس اور اس کے متعلقہ قوانین کو سرمایہ دار کے رحم پر چھوڑ دینا یہ کہان کا حسنِ تدبر ہے، اگر کسی جزئی مسئلہ مین ترمیم کی ضرورت بھی ہو تو یہ تھوڑا ہے کہ زید، بکر، عمر جسکا جی چاہے مسائل متفرع کرے، اس کے لیے کسی ایسی آواز کی ضرورت ہے جس کے سامنے سب کے سر جھک جائین یا اجماعِ امت کی ضرورت ہے، جو سوادِ اعظم ہے، نہ یہ کہ ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی، اسطرح سے مذہب کی حیثیت کیا رہتی ہے:

اب جبکہ یہ سلسلۂ مضامین ختم ہو رہا ہے، ضرورت ہے کہ ایک ایسی اصولی بات کا ذکر کر دیا جائے جس کی بنا پر ایسے حضرات کو بہت سی دقتین پیش آ رہی ہین جو جز و کل قرآن سے مانگتے ہین، ان کا ہمیشہ اعتراض ہوتا ہے کہ فلان چیز قرآن مین نہین، یہ حکم قرآن مین نہین، ان سے صرف ایک سوال ہے کہ جس چیز کو آپ قرآن، قرآن کہہ رہے ہین، بالآخر وہ قرآن ہے کیا چیز، جواب ظاہر ہے کہ قریب چودہ سو سال ہوئے سرزمین عرب مین ایک شخص محمد صلعم نے

یہ دعویٰ کیا تھا کہ جو کلام وہ لوگون پر پیش کر رہا ہے، وہ خدا کا کلام ہے اور اُسے قرآن کہتے ہین، پھر وہی مجموعۂ کلام تواتر سے آج ہم تک پہنچا ہے، اسے ہم قرآن کہتے ہین، سو اس قرآن کو جو آج ہمارے پاس موجود ہے، کلام اللہ ماننے کے لیے دو باتون پر ایمان رکھنا نہایت ضروری ہوا، ایک تو مدعی رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دیانت و صداقت پر، دوسرے تواتر کے اعتبار پر، اگر ان مین سے ایک مین بھی نقص پیدا ہو گیا تو قرآن کے قرآن ہونے کی سند ہمارے پاس کوئی نہین رہیگی، اول الذکر کے لیے رسول اللہ صلعم کی باتون کو یقیناً سچا ماننا پڑے گا، (اور اسے اصطلاح مین متن حدیث کہتے مین) اور ثانی الذکر کے لیے تواتر کو معتبر (جسے اسناد کہتے ہین) بس یہ ہے جسے حدیث کہتے ہین، اب خود ہی اندازہ فرما لیجیے کہ رسول اللہ صلعم نے بحیثیت منصب رسالت جو کچھ کہا یا کیا، اور وہ تواتر سے ہم تک پہنچا، اس مین اور قرآن مین عملاً کیا فرق ہے، اور اسکی دینی حیثیت کیا ہے، یقیناً وہی جو رسول کی ہے، اس نکتہ کو اگر ذہن نشین کر لیا جائے تو یہ بہت سی گمراہیون سے بچنے کا موجب ہو جاتا ہے، انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً،

والسلام علی من اتبع الھدیٰ،

بمبئی یونیورسٹی کے کتبخانہ کے چند فارسی مخطوطات

از

جناب محمد علی صاحب اردو ٹرینگ اسکول پونہ،

"جناب پروفیسر شیخ عبد القادر سرفراز صاحب، دکن کالج پونہ نے یہ مضمون انگریزی رسالہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی ج ۴ سنہ ۱۹۲۸ء مین شایع کیا تھا، اس کا اردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین معارف کیا جاتا ہے" مترجم

بالخصوص علوم مشرقی کے تنقیدی مطالعہ اور تحقیقات کے لئے مخطوطون کے جمع کرنے کی اہمیت پر جس قدر بھی زور دیا جائیگا وہ ہرگز مبالغہ آمیز نہین سمجھا جائیگا، یورپ کے کتبخانون مین عمدہ عمدہ مخطوطات کے جو بڑے بڑے ذخیرے ہین، ان کے جمع کرنے پر جو روپیہ صرف کیا گیا، اور جو محنت اٹھائی گئی وہ بالکل حق بجانب ثابت ہوئی، ہر مستشرق اس بات سے واقف ہے کہ یورپ مین مشرقی علوم کے پھیلانے مین ان مخطوطات سے کس قدر بے انتہا مدد ملی ہے، فی الحقیقت ہندوستان کی سرزمین ہی ہمیشہ ہندو و مسلمانون کے مشرقی علوم کے پودون کی پرورش اور حفاظت کرتی رہی ہے، وہ بڑے بڑے اور عظیم الشان کتبخانے جنکو شاہان دہلی و گجرات اور بادشاہان بیجاپور و میسور، اور نوابان اودھ اور بے شمار امرا و فضلانے ہندوستان کے طول و عرض مین قائم کیا تھا، اس بات کی شہادت دیتے ہین کہ ہندوستان قدیم عربی اور فارسی کے مخطوطات سے بھرا پڑا تھا،

ملکی انتظامِ سلطنت کے ساتھ ساتھ یہ مخطوطات بھی دست بدست منتقل ہوتے گئے، کیونکہ ایک بہت
بڑی تعداد یورپ مین جو ناتحون کا وطن ہے ہمیشہ کے لئے چلی گئی جہان ان کی وجہ سے اہلِ مغرب کو مشرقی
علوم مین اپنی استعدادِ علمی کے بڑھانے مین تحریص و ترغیب ہوئی، طبری کی یادگار زمانہ تاریخ (جو ایک زمانہ
مین مفقود مانی گئی تھی، مگر ہندوستان سے دستیاب ہوکر ہالینڈ مین ۲۳ جلدون مین چھاپی گئی ہے)
دلچسپ چہار مقالہ (جس کے چند سال پیشتر صرف تین ناقص نسخے دو انگلستان مین جہان وہ ہندوستان
سے گئے ہین، اور ایک قسطنطنیہ مین موجود تھے، مگر چوتھا نسخہ جو کامل ہے اور جسے چند سال ہوئے مین نے
ڈھونڈ نکالا ہے) لباب جو موجودہ تذکرون مین سب سے پرانا تذکرۂ شعرا ہے، بابرنامہ وغیرہ کتابین کبھی
بھی منظرِ عام پر جلوہ گر نہ ہوتین اگر ان کے مخطوطات ہندوستان مین محفوظ اور دستیاب نہ ہوتے، اگرچہ
یہ ایک واقعہ ہے کہ ہندوستان سے بکثرت مخطوطات باہر چلے گئے، مگر اس مین بھی کچھ شک نہین کہ بہت سے
مخطوطات اب بھی ہندوستان مین موجود ہین، ان موجودہ مخطوطات مین خوش قسمت مخطوطات وہ ہین جو حیدرآباد،
رامپور، ٹونک، پٹنہ، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ اور ندوۃ العلما لکھنؤ کے کتبخانون مین محفوظ ہین، مگر بدقسمت
مخطوطات وہ ہین اور جن کی تعداد کثیر ہے جو اب تک گمنامی کے تہ خانون مین خاموش پڑے ہین اور منتظر ہین کہ کسی
کا دست رس ان تک پہنچ جائے اور ان کو وہان سے چھڑا لائے، وہ مخطوطات جن کو مغربی سیاح باوجود ترغیب
و تحریص کے لیجا نہ سکے، اور جو ہندوستانی قدر دانون کے ہاتھون مین پھنسے ہوئے ہین، انھین آہستہ آہستہ
چھڑایا جا رہا ہے اور نئے نئے مقامون مین بہ آرام و آسایش رکھا جا رہا ہے، مگر یہ مقامات عموماً صوبہ بمبئی کے
باہر واقع ہین، عربی اور فارسی کے مخطوطات کی تلاش و جستجو کرکے ان کو ایک جگہ جمع کرنے مین یہ صوبہ اور صوبون
کی نسبت بہت ہی پیچھے رہا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی علوم کی ترویج اور ترقی مین جو عموماً مخطوطات کے
جمع کرنے پر منحصر ہے بہت ہی پیچھے ہے، ۱۹۱۶ء مین سرکار کی توجہ اس حقیقت کی طرف اس وقت مبذول
ہوئی جب مین نے ایک تجویز تیار کرکے سرکار کی منظوری کے لئے پیش کی، مسٹر جے، جی کاوڈن صاحب،

سابق ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم اور مسٹر سی این سیڈن صاحب سابق کمشنر حلقہ وسطی و صدر کمیٹی امتحانِ فوجی و
ملکی کی خاص ہمدردانہ و فیاضانہ حمایت کی وجہ سے یہ تجویز گورنمنٹ مین منظور ہوئی اور مین نے ایک مختصر
دورہ کرکے ۴۳ مخطوطات جمع کئے، ان مین چند مخطوطات عربی اور قدیم اردو (دکھنی) زبانون مین ہین اور
باقی سب فارسی ہین، اقسامِ مضامین کے لحاظ سے وہ اچھی خاصی وسعت رکھتے ہین، نثر و نظم، عروض و تصوف،
تذکرہ و تاریخ، ریاضیات و فلکیات، منطق و الٰہیات، شکاربازی و تیراندازی، تراجم کتب سنسکرت وغیرہ
وغیرہ، ان مین اکثر مخطوطات غیر مطبوعہ نظر آتے ہین، اور بعض مخطوطات تو ایسے ہین کہ جو بوڈلے، برٹش
میوزیم، انڈیا آفس، کیمبرج یونیورسٹی اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے کتبخانون مین بھی پائے نہین جاتے، ان کی
مفصل کیفیت اس فہرست مین بیان کیجائے گی، جو بعد مین تیار ہوگی، سردست مین صرف ان چند مخطوطات
کے مختصر بیان پر اکتفا کرتا ہون جو مجھے فی الحقیقت نہایت مفید اور نایاب نظر آتے ہین،

نمبر ۹ ایک مختلف مخطوطات کا مجموعہ ہے، جو فارسی عروض، ردیف اور صنائع و بدائع پر مشتمل ہے، ان مین
سے چار اب تک غیر شایع شدہ ہین، دو برٹش میوزیم کے نسخون سے زیادہ قدیم ہین، ایک نہ تو برٹش میوزیم
مین ہے، اور نہ بوڈلین کتبخانے مین، دوسرا انڈیا آفس، کیمبرج یونیورسٹی اور بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی کے
کتبخانون مین بھی نہین ہے، ساتوان بہت دلچسپ اور مفید ہے، یہ نظامی گنجوی کے بھائی قوامی مطرزی کا
مرصع قصیدہ ہے، اس قصیدے مین تقریباً وہ تمام صنائع و بدائع استعمال کئے گئے ہین جو عموماً فارسی
نظم مین مستعمل ہین، اس قصیدے کو کیمبرج کے پروفیسر ای جی براون صاحب آنجہانی نے شرح اور ترجمہ
کے ساتھ شایع کیا ہے، ۵۲-۶۲ تک شعرون مین ایک لغز ہے جس کے متعلق صاحب مذکور الصدر کہتے
ہین کہ "پہیلیان عموماً مغلق ہوتی ہین، اور مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہان جو پہیلی درج ہے، اس کا
جواب مجھے معلوم نہین" اس مخطوطے مین اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ وہ چیستان عشق کے متعلق ہے، (دیکھو
مخطوطے کا صفحہ ۳ آخری سطر) اس قصیدے کی مفصل کیفیت رائل ایشیاٹک سوسائٹی شعبۂ بمبئی کے مجلہ

نومبر ۱۹۲۵ء مین میرے قلم سے شایع ہوئی ہے،

نمبر۲ (جلد ستر ہوین) علی شاہ بن محمد بن قاسم الخوارزمی المعروف علاء المنجم البخاری کی تصنیف موسوم بہ اشجار و اثمار ہے، یہ ہیئت اور نجوم کی نہایت نایاب اور غیر مطبوعہ کتاب ہے، نہ صرف بوڈلین کتبخانہ بلکہ برٹش میوزیم، انڈیا آفس، کیمبرج یونیورسٹی، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے کتبخانے بھی اس نسخے سے خالی ہین، کشف الظنون مین اس کا مندرجہ ذیل بیان ہے،

"اشجار و الاثمار فی الاحکام فارسی لعلی شاہ محمد بن قاسم الخوارزمی المعروف بالعلائی البخاری المنجم الفہ شمس الدین خواجہ محمد اولہ حمد و ثنا آفریدگاری را الخ

دیباچہ مین مصنف کا بیان ہے کہ وزیر شمس الدین والدنیا محمد بن صدر السعید سیف الدین احمد شاہ بن صدر السعید بدر الدین مبارک شاہ میرے حال پر بہت مہربانی فرمایا کرتے تھے، اور ان کے دو وزیر زادے سیف الدین احمد شاہ اور بدر الدین مبارک شاہ علم نجوم حاصل کرنے کے بہت آرزومند تھے، اس لئے انھون نے مجھے ایک ایسی کتاب کے لکھنے کی فرمایش کی کہ جسمین اس علم کی تمام بکار آمد باتین جمع کیجائین، اور اگرچہ مین بوڑھا اور ضعیف ہوگیا تھا تاہم مین نے ان کی فرمایش کی تعمیل کی، اگرچہ تصنیف کی تاریخ نہ تو دیباچہ مین درج ہے اور نہ خاتمہ مین، تاہم متن مین چند ایسی عبارتین ہین جن سے مصنف کے دلچسپ واقعات زندگی کا حال معلوم ہوتا ہے، ان عبارتون سے نہ صرف مصنف کے خاندان طفولیت، تحصیل علم، کمالات علمی اور انقلابات زمانہ وغیرہ کے متعلق خاص خاص معلومات حاصل ہو سکتی ہین، بلکہ اس کی پیدایش اور کتاب کے تصنیف کی تاریخین بھی معلوم کر سکتے ہین، ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے، کہ وہ صاحب دیوان تھا، اور اس نے ایک کتاب موسوم بہ زیج عمدہ ہیئت پر تصنیف کی تھی ۶۶۲ھ / ۱۲۶۴ء کی ۲۷ رمضان کی صبح ایک دنبالہ دار ستارہ طلوع ہوا تھا، جسے دیکھکر اس نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ تبت، ترکستان، ختن، کاشغر، فرغانہ، ماوراء النہر اور خراسان مین کہ ان ملکون پر سے یہ ستارہ گذریگا، بلا نازل ہوگی، اور یہ کہ اس ستارہ کا دور پچاسی روز تک رہے گا، اور اس کا یہ اثر ہوگا کہ وبا اور طاعون پھیلے گی، قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا، یہانتک کہ بڑی بڑی لڑائیان ہون گی اور بادشاہ اور شہزادے مارے جائین گے اور یہ کہ ۶۶۶ھ / ۱۲۶۷ء مین دو منحوس ستارون کا قران برج سرطان مین ہوا جس کے اثر سے لوگ اور بھی زیادہ مبتلائے آلام ہوئے، اور یہ کہ براق نے خراسان پر چڑھائی کی اور اسے لوٹا مگر آخر کار اباقا سے شکست کھا کر ماوراء النہر مین مر گیا، اور یہ کہ نیشاپور زلزلے کے صدمون سے جو خراسان مین سات سال تک آتے رہے، اس قدر تباہ و برباد ہوا کہ شہر کی اینٹ سے اینٹ ہل گئی، اور جدا ہو کر گر پڑی، اور زمین سے سیاہ پانی پھوٹ پڑا اور یہ کہ موجودہ شہر پرانے شہر سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر آباد کیا گیا، اور یہ کہ ۶۷۱ھ / ۱۲۷۳ء مین اباقا کا لشکر بخارا مین گھسا، اور بڈھے جوان سب کا قتل عام کیا، اور بقیۃ السیف باشندے خراسان کو جلاوطن کئے گئے، اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ "چون خلق بسیار بود در ضبط نمی توانستند آورد بیشترے از مردم بگریخت و باز گشت و دیگر بار بخارا خوش شد و انبوہ اما آنچہ از جیحون بگذرانیدہ بودند بچگان و جوانان را بفروختند و باقی را گرسنہ و برہنہ سر بزمین ایران دادند و از نیست کہ از در خطا تا بخارا خلائق را در ولایتہای ایران ہمہ بخاری می خوانند، اما بعد از ان غارت بزرگ چون مردم جمع شدند در بخارا سیزدہ کرت دیگر غارت کردند تا چنان شد کہ در وے خبر و حوش نمی باشید و قصیدہ گفتہ ام این ہمہ حالات را و ذکر غارت و اسیر شدن فرزند خود کردہ چون او را بعد از دو سال در سیاہ کوہ خریدم کہ اسیر شدہ بود بسر روضہ مقدسہ امیر المومنین و امام المتقین علی ابن ابی طالب بردم و قصیدہ دیگر در مدح ایشان گفتم و بر سر تربت خواندم شب آدینہ کہ اصحاب بغداد حاضر بودند و ہر دو قصیدہ در دیوان اشعار بندہ ثبت است، و ذکر اسیر و غارت شدن این پسر در دیباچہ زیج عمدہ کہ ساختہ ام رفتہ است و ما کہ در این اقلیم افتادہ ایم، و سرگردان ماندہ سبب این است و پانزدہ سال از واقعہ غارت بخارا گذشتہ است ہنوز جمع نمی آئیم و آرام نمی گیریم بگوشہ و ہر روزی و ہر لحظہ چیزے بہ تن و دل میرسد کہ سبب ہزار غم و اندیشہ می شود و تمنائے مرگ میبریم و در تدبیر کار خود عاجز ماندہ.

نظم

چیست تدبیر کہ تدبیر بدست کس نیست

اللھم احفظنا من ھذہ الشدائد والبلایا

آمین رب العلمین

قرانات کے فصل مین ۶۲۳ھ/۱۲۲۶ء اور ۶۸۴ھ/۱۲۸۵-۸۶ء سالون کے قرانات کا ذکر کرنے کے بعد انوری کی رباعی
مین جو برج میزان مین سیارون کا یادگار زمانہ قران ہوا تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے
کہ حادثات مابعد خصوصاً مغلون کے خروج اور ان کی خون ریزی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انوری
کی پیشینگوئی طوفان باد کی بہ نسبت طوفان خون سے متعلق تھی اور یہ کہ چنگیز خان اس تاریخی قران کے وقت
پیدا ہوا نظر آتا ہے،

کتاب کے آخر مین اپنے زائچے کی تعبیر کرتے ہوئے اپنی زندگی کے چند اور واقعات بیان کرتا ہے
ان مین ایک یہ کہ اس نے بخارا سے ترکستان کا سفر کیا تھا تاکہ اپنے باپ سے جو ترکستان کو تاجرانہ حیثیت
سے گیا تھا، ملاقات کرے، اور جب وہ سمرقند مین وارد ہوا تھا تو اس کی ملاقات ایک شخص شیخ حسام الدین
نامی سے ہوئی تھی، اور اس نے ان سے پہلوانی، تیراندازی، شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی تعلیم حاصل کی تھی،
اور جب سرحد ترکستان کے شہر شاش مین پہنچا تو وہ شیخ بابا محیین کی خدمت مین حاضر ہوا تھا، اس وقت شیخ
کی عمر ۳۲ سال کی تھی، اور عبداللہ نامی ان کا ایک لڑکا تھا جو چھ مہینے کا تھا اور ہندی کنیزک کے بطن سے
تھا، اور دوسرا محمد نامی انیس سال کا لڑکا تھا، پھر وہ اپنی کمال شاعری و موسیقی کا ذکر کرتا ہے جس کی بدولت
وہ جہان جاتا تھا عزت و احترام سے اس کا استقبال کیا جاتا تھا، اور اسے امیرون اور بادشاہون کی صحبت
میسر ہوتی تھی، اس نے مشہور حکیم بدیع الیمن کی ملاقات کا ذکر کیا ہے، اس حکیم کی ترغیب سے وہ ریاضیات
کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوا، اور آخر کار ہیئت و نجوم مین کمال حاصل کیا، اور یہ کہ اس نے ۶۵۹ھ/۱۲۶۱ء مین

بخارا کو مراجعت کی،

وہ کہتا ہے کہ اسی سال شیخ نے انتقال کیا، جبکہ خود اس کی عمر ۳۶ سال کی تھی، اس بیان سے ہم
اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ وہ ۶۲۳ھ/۱۲۲۶ء مین پیدا ہوا تھا، چند سطرون کے بعد وہ کہتا ہے کہ "چون بعراق رسید
بندہ در حل بطالع در آمد آن فرزند در سیاہ کو حاصل گشت بسبب اکابر روزگار و از آن تاریخ چندانکہ جہد میکند
بندہ تا بہ سفر حجاز رود یا در گوشہ نشیند کہ استغفار کردہ و گفتہ خود کند دور زمان بدست نمی دہد و درین وقت
سال عمر بشصت چہار رسیدہ است" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب کے تصنیف کی تاریخ ۶۸۶-۸۷ھ،
(۱۲۸۷-۸۹ء) ہے یعنی اباقا کے حملۂ بخارا کے پندرہ سال بعد جو اس نے ۶۷۱ھ/۱۲۷۲-۷۳ء مین کیا تھا اور جس کا ذکر
ہو چکا ہے،

کتاب پانچ حصون مین موسوم بہ شجرات منقسم ہے:-

"شجرۂ اول در صفات و منسوبات بروج و کواکب (۶ شعبات) شجرۂ دوم در احکام قرانات و اتصالات
(۱۲ شعبات) شجرۂ ثالث در احکام طالع تحویل سال و فصول و احوال نیکی و بدی سال عالم (۹ شعبات)
شجرۂ رابع در احکام طالع مولود (۱۷ شعبات) شجرۂ پنجم در احکام اعمال تسیرات (۵ شعبات)

نمبر ۳ (جلد ۳۲) ابو جعفر طحاوی ۳۲۱ھ/۹۳۳ء کی مشہور فقہ حنفی کی تصنیف موسوم بہ مختصر کی شرح
ہے، یہ نسخہ بالخصوص قابل قدر ہے، کیونکہ ایک زمانے مین شاہان بیجاپور کے کتبخانے سے متعلق تھا، کتاب کے
کورے کاغذ پر سلطان محمد غازی متوفی ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء جس کا عجوبۂ روزگار مقبرہ گول یا بول گنبد ہے مدور
مہر ثبت ہے، مہر کا سجع یہ ہے:-

دارد از لطف حق سرافرازی — شاہ سلطان محمد غازی

مہر کے نیچے یہ عبارت ہے شرح مذکور بتاریخ شہر رمضان المبارک داخل کتابخانہ عامرہ
شدہ بابت قاضی خوشحال فی سنہ اربع و خمسین بعد الالف،

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۰۵۴ھ / ۱۶۴۴ء مین شاہی کتبخانے مین داخل کی گئی تھی،

نمبر ۴ (جلد ۱۴) یہ مخطوطہ بھی بالخصوص مفید ہے، کیونکہ یہ محمد داؤد دایلجی کی فارسی کی تمثیلی نظم موسوم بہ حسن و دل کا غیر مطبوعہ اور اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے، مصنف عنوانِ در سبب نظم کتاب کی فصل مین کہتا ہے :-

بسے ہست منظوم افسانہا، بلطفِ عبارت چو در دانہا،
ز ہر نکتہ سنجے در اطوارِ عشق بطرزے کہ پیدا یدآثارِ عشق
دلی ا۔یلچی با پریشان دلی سری پر ز سودائے بے حاصلی
بری از تکلف بطرزِ غریب ادامی کند قصۂ بس عجیب

آخر مین وہ کہتا ہے :-

بگو حمد بعد کہ این گفت و گو بسر حد اتمام آورد رو
دل و حسن گشتند از عشق شاد گرفتند از ہم کمال مراد
نتائج از یشان بسے حاصل است شناسد کسے کو بحق واصل ست
یکے زان نتائج بود این کتاب کہ حسن و دلش نام شد از صواب
ز ہجرِ نبی زکے در شمار گذشتہ ہزار ست و پنجاہ و چار
کہ ترکیب این نظم ترتیب دید نکو داستانے بآخر رسید

نظم کا خاتمہ ان ابیات پر کیا ہے :-

قلم رفتہ رفتہ باینجا رسید زسرگشتگیہائے خود آرمید،
درودِ نبی گشت آخر کلام علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام

کتاب کے آخر مین یہ عبارت درج ہے :-

بتاریخ ۲۶ شعبان المعظم ۱۰۵۴ھ از قلم شکستہ رقم ناظم این کتاب کہ عروسی ست در مشکین نقاب بیوم الاحد زیور تحریر یافت، العبد محمد داؤد ایلچی غفر اللہ ذنبہ تم بالخیر و السعادۃ،

تصنیف اور نقل کی تاریخ ۱۰۵۴ھ / ۱۶۴۴ء ہے،

نمبر ۵ (جلد ۳۴) یہ بہت ہی مفید مخطوطہ ہے، اس مین گجرات کے ریختہ گویون کا تذکرہ ہے جسے فارسی مین قاضی نور الدین بن قاضی سید احمد حسین رضوی فائق نے لکھا ہے، جہان تک مجھے معلوم ہے، یہ اب تک شائع نہین ہوا ہے اور اسپرنگر صاحب کے ریختہ گویون کے تذکرون مین اس کا نام نظر نہین آتا، ماسوا اس کے یہ مؤلف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے، جسے مؤلف نے حسب عبارتِ خاتمۂ کتاب ۱۲۷۰ھ مین بھروچ مین لکھا تھا، وہ عبارت یہ ہے :- "تمت ہذا تذکرہ تاریخ شانزدہم شوال المکرم روز جمعہ سنہ ہزار دو صد و ہفتاد من ہجرۃ المبارک در بندر بروچ باتمام رسید کاتب و مؤلف و مالک ہذا یکی است"؛

ان تاریخی مادون سے جو خاتمۂ کتاب مین درج ہین ثابت ہوتا ہے کہ تذکرہ کی تالیف کا کام ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۲ء مین ختم ہو گیا تھا، یہ تالیف تصحیح کی غرض سے دہلی کے شاعر معروف غالب مرحوم کی خدمت مین پیش کی گئی تھی، ان کی رائے تذکرہ کے صفحۂ آخر کے حاشیہ پر نقل کی گئی ہے، و ہو ہذا،

"عبارتی کہ جناب مرزا اسد اللہ خانصاحب بعد مطالعہ این اوراق و اصلاحِ آن تحریر فرمود برائے یادگار تحریر نمود"

مخدوم مکرم حضرت قاضی محمد نور الدین حسین خان بہادر کی خدمت مین عرض ہے کہ برخوردار مرزا شہاب الدین خان بہادر نے یہ اجزا مجھکو دیئے، نظم سے مین نے بالکل قطع نظر کی، کامل صاحب کی نثر جو آغاز مین ہے اس کو بھی نہین دیکھا، صرف آپ کی نثر کو دیکھا، اور اس کو موافق حکم آپ کے بعض جا درست کر دیا، بعض موقع پر منشا اصلاح بھی لکھدیا ہے، مجھ کو یہ پایہ نہین کہ آپ کی نثر مین دخل کرون بمقولے الامر فوق الادب حکم بجا لایا ہون، مرحبا آفرین بخدا خوب نثر لکھی ہے، اللہ سبحانہٗ آپ کو

مدارج اعلیٰ کو پہنچاوے، اور سلامت رکھے، مرقومہ دوشنبہ جولائی ۱۸۶۲ء،

خوشنودی احباب کا طالب،

غالب

تذکرہ کے شروع مین کامل کا فارسی نثر مین مقدمہ ہے، جس مین تذکرہ کی بڑی تعریف کی گئی ہے، اس کے بعد مصنف کا دیباچہ ہے، جسمین وہ کہتا ہے، کہ مین نے میر عباس علی شوق اور میر حیدر صاحب مائل، دوستون کی گذارش پر گجرات کے شاعرون کا تذکرہ تالیف کیا، اور اسے مخزن الشعرا کے نام موسوم کیا، فارسی زبان مین حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق، ۱۰ شاعرون کے مختصر حالات اور ان کے منتخب اشعار درج ہین، ان شاعرون مین ایک عورت ہے، جس کا تخلص حجاب ہے، مولف نے فائق کے تحت مین اپنا حال لکھا ہے، تذکرہ کے آخر مین مرأت الحسن ایک فارسی مثنوی ہے، جسمین نظام الدین فائق نے سراپا بیان کیا ہے، اس کے بعد اسی مضمون پر ایک اور مثنوی مہری شاعرہ کی ہے، جس کی نورجہان بیگم ملکہ جہانگیر نے پرورش اور تربیت کی تھی، اور بعد حکیم خواجہ محرم علی سے شادی کر دی تھی،

نمبر (جلد ۵۰) جناب شیخ باقر علی صاحب سابق سکریٹری اردو ٹکسٹ اینڈ ٹرانسلیشن بورڈ (ای) ڈپٹی ایجوکیشنل انسپکٹر اردو مدارس حلقہ وسطی پونہ کا عطا کردہ دیوان ظہوری کا لاثانی نسخہ ہے، یہ مخطوطہ اس لئے قابل قدر ہے کہ اس مین ظہوری جو شاہ بیجاپور سلطان ابراہیم عادل شاہ کے دربار کا نامور شاعر تھا، اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کئی اشعار ہین اور سارا دیوان اسی کے ہاتھ کا تصحیح کردہ ہے، کتاب کے سادہ ورق پر حسب ذیل عبارت ہے:-

"دیوان افضل الشعرا حضرت مولانا ظہوری علیہ الرحمۃ والمغفرۃ جا بجا خط شریف ایشان ہست واز اول تا آخر بنظر مبارک فیض اثر ایشان گذشتہ"

اس پر مالک پیشرو در تمم خانہ زاد بادشاہ محمد عالمگیر کی مہر ثبت ہے، اور ۱۱۰۸ھ (۱۶۹۶-۹۷)

تاریخ ہے، یہ نسخہ برٹش میوزیم کے ہر ایک نسخے سے پرانا ہے، اور دیوان مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۵ء کی بہ نسبت زیادہ صحیح اور کامل ہے، مطبوعہ دیوان مین رباعیات نہین ہین، مگر اس نسخے مین بکثرت ہین، علاوہ ازین مطبوعہ دیوان مین غزلین حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق چھپی ہین، مگر اس نسخے مین یہ ترتیب قائم نہین ہے،

نمبر (جلد ۵۳) محمود عارفی کی غیر مطبوعہ نظم گوے چوگان کا عمدہ نسخہ ہے، یہ ایک تمثیلی نظم ہے جسمین چوگان بازی کے چوگان اور گیند کی مثالون کے ذریعے سے باطنی محبت کا اظہار کیا گیا ہے، مصنف اپنے زمانے کا مشہور شاعر اور سلمان ثانی کے لقب سے ملقب تھا، اور ہرات کا باشندہ تھا جہان اس نے ۸۵۳ھ (۱۴۴۹ء) مین وفات پائی جبکہ اس کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ ہو گئی تھی، اس نے یہ نظم صرف دو ہفتے کے قلیل عرصے مین منظوم کی تھی اور صلہ مین ایک گھوڑا اور ایک ہزار درم انعام ملا تھا،

یہ مخطوطہ ایرانی خطاطی کا عمدہ نمونہ پیش کرتا ہے، عمدہ موٹے کاغذ پر خوبصورت نستعلیق خط مین سنہری جدولون کے بیچ مین لکھا ہوا ہے، ہر صفحہ مختلف ہلکے رنگ سے رنگین اور زر افشان ہے، چار خوبصورت رنگین تصویرین بھی ہین، ۴۳۶ اشعار ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ غالباً پانچ یا چھ صفحے کم ہین، کیونکہ بانکی پور کے مخطوطے مین ۴۹۵ اشعار ہین اور فہرست مین یہ بیان ہے کہ بقول بعض نظم مین ۵۱۰ اور بقول دیگرے ۵۰۰ اشعار ہین،

اس نسخے کے پہلے صفحے کی پشت پر ایک انگریزی دستخط بغیر تاریخ کے درج ہے، جو اس طرح پڑھا جاتا ہے "SIDNEY. J. CHURCHILL TEHRAN" غالباً یہ کسی پیشرو مالک کا نام ہوگا، عرض داخل کی دو تاریخین ہین یعنی ۱۱۰۵ھ اور ۱۱۲۷ھ؛ مزید بران یہ کہ فارسی مین کتاب کا نام، جلد کی قطع، مستعمل شدہ کاغذ کی قسم، صفحون کے حواشی اور جدولین اور جلد سازی کی قسم وغیرہ درج ہے وھو ہذا، گوی و چوگان قطع وسط کاغذی افشان حاشیہ دولت آبادی جیبانیدہ الوان افشان مجدول مذہب، مصور، جلد ساغری تنگی کنج و ترنج دار طلاپوش از باب پیشکش محمد لسان حاکم بہدم مجلد بتاریخ ۱۰ از شہر ربیع الثانی ۱۱۰۵ داخل

عرض شد،

نمبر۴ (جلد ۱۱۴) یہ مخطوطہ تین رسالون کا مجموعہ ہے، یعنی (۱) رسالہ در ہیئت از علی قوشجی، (۲) تشریح الافلاک از بہاء الدین آملی اور (۳) تحفۃ الاستاد از ابو القاسم سمرقندی،

پہلا ہیئت کا رسالہ ہے، شروع مین مبادیاتِ ہندسہ و طبعیات کا بیان ہے، اور بعد اجرام فلکی کرۂ زمین کی شکل و صورت، آب و ہوا، تناسب فاصلہ اور سیارون کی جسامت وغیرہ کی بحث ہو شکلون اور خاکون سے معرا ہے، البتہ ان کے لئے خالی جگہ چھوڑی ہے، دوسرا رسالہ بہاء الدین آملی کا عربی زبان مین ہے، یہ بھی ہیئت کا رسالہ ہے، اس کے آخر مین تیسرا فارسی کا مختصر رسالہ ہے جس مین سمت قبلہ کی تعیین کے مسائل مندرج ہین،

مصنف کا بیان ہے کہ "این بندۂ کمترین ابو القاسم المشہور بہ بقراط السمرقندی از برای بیان سمت قبلہ خاص کہ رسالہ ترتیب دہد و این لایق فہم ہر مبدعی نبود بہ این سبب این را بنام نامی مخدومی استادی حضرت مولانا یوسف قراباغی مدظلہ العالی رقم زدہ کلک تحریر گردانیدہ تحفۃ الاستاد لقب دادمش تحفہ باستاد فرستادمش؛

خاتمہ مین وہ کہتا ہے، "محرر این کتاب ابو القاسم مشتہر بہ بقراط سمرقندی در سال ہزار و دہ (؟) در بلدۂ کابل کہ عمرش بہ ہفتاد رسیدہ بود نوشت"؛

عبارتِ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسالہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے،

لغاتِ جدیدہ

چار ہزار عربی الفاظ کی ڈکشنری، یعنی لغت، قیمت عہ،

"منیجر"

آلِ سلجوق

مقدمۂ تاریخِ سلاجقہ

از

مولوی ابو الاعلیٰ صاحب مودودی مصنف "الجہاد فی الاسلام"

(۲)

خلفائے عباسیہ سے تعلقات، اسلامی سیاست مین سلجوقیون کی آمد سے ایک خاص تغیر یہ ہوا کہ عباسی خلافت کی بگڑی ہوئی ساکھ ایک حد تک سنبھل گئی، اگرچہ انھون نے عباسیون کو سیاسی اقتدار تو واپس نہین کیا، مگر چونکہ وہ مذہبی حیثیت سے ان کی خلافت کو تسلیم کرتے تھے، اس لئے مقامِ خلافت کے احترام، صاحبِ خلافت کی اطاعت و حاشیہ گوشی اور خاندانِ خلافت کی برتری و بزرگی ملحوظ رکھنے مین انھون نے دوسرے حکمران خاندانون سے زیادہ سرگرمی کا اظہار کیا، ترکی امراء اور آلِ بویہ کے زمانہ مین جس طرح خلفا کو ذلت کے ساتھ معزول کیا جاتا تھا، اور ان کو قتل کرنے، اندھا کرنے اور قید کر دینے کے واقعات جس کثرت کے ساتھ پیش آتے تھے اس کا سلجوقیون کے زمانہ مین نام و نشان تک نہین ملتا، اس مین شک نہین کہ بعض مواقع پر جب خلفا ان کی سیاست مین مخالفانہ مداخلت کرتے تھے تو ان کی جانب سے بھی سختی برتی جاتی تھی، ملک شاہ اور مقتدی کے اختلافات، مسترشد اور راشد سے مسعود کی لڑائیان، محمد اور مقتفی کے مقابلے، اسی قبیل سے ہین، لیکن اس کے باوجود مجموعی طور پر سلاطین سلجوقیہ عباسی خلفا کے ساتھ ایسے ادب و احترام کا برتاؤ کرتے تھے جس کی مثال دوسری جگہ کم ملتی ہے، طغرل جب پہلی مرتبہ خلیفہ قائم بامر اللہ سے ملتا ہے تو قصرِ خلافت کی دہلیز سے پا پیادہ ایوانِ خلافت تک جاتا ہے، اور خلیفہ کے سامنے

زمین بوس ہوکر کھڑا ہو جاتا ہے، ملک شاہ جیسا باجبروت فرمان روا خلیفہ مقتدی سے سخت ناراض ہونے

کے باوجود اس کے دربار مین اس طرح حاضر ہوتا ہے کہ سدۂ شریفہ کے سامنے کئی مرتبہ زمین کو بوسہ دیتا ہے

اس کے بیٹھنے کے لئے کرسی لائی جاتی ہے، تو بپاس ادب بیٹھنے سے انکار کر دیتا ہے، خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دینے

کی درخواست کرتا ہے، اور جب یہ درخواست قبول نہین ہوتی تو صرف خاتمِ خلافت کو آنکھون سے لگانے پر

قناعت کرتا ہے، یہ ان خلفا کے ساتھ سلجوقی سلاطین کا برتاؤ تھا جو اخلاقی قوت کے سوا کسی قسم کی مادی قوت نہ رکھتے

تھے، ممکن ہے کہ اس مین کچھ خلوص کا شائبہ بھی ہو مگر اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ ان کے اس اظہارِ عقیدت

سے جمہور اہلِ سنت کے قلوب پر خاص اثر ہوتا تھا، اور یہ عام ہر دلعزیزی ان کی سیاسی بنیادون کیلئے

مزید استحکام کا باعث ہوتی تھی،

سلجوقیون نے اس اثر کو بڑھانے کے لئے خاندانِ خلافت سے رشتہ داری کے تعلقات بھی قائم

کئے تھے[۱]، چنانچہ طغرل نے ارسلان خاتون (الپ ارسلان کی بہن) کو خلیفہ قائم کے نکاح مین دیا اور خود ان کی

بیٹی سے بڑے اصرار کے ساتھ اپنا نکاح کیا، پھر الپ ارسلان نے اپنی بیٹی خلیفہ مقتدی کو دی، اور بعد

مین ملک شاہ نے بھی اپنی بیٹی کو اس سے بیاہ دیا، ملک شاہ کی ایک دوسری بیٹی سلطان محمد کے زمانہ مین

مستظہر باللہ سے بیاہی گئی، یہ رشتہ داریان سلطنت اور خلافت کے درمیان ایک مفید رابطہ ثابت

ہوئین، اور معاشرت کے ان معاملات نے سیاست مین ایک مناسب عنصر کا اضافہ کیا،

سلاجقہ کا زوال اگر قدرت اتنی فیاضی سے کام لیتی کہ ملک شاہ کے بعد کم از کم دو تین فرمان روا اور اسی

دل و دماغ کے پیدا ہو جاتے تو یہ ممکن تھا کہ اسلامی دنیا کا زوال اتنا سریع السیر نہ ہوتا، جتنا کچھ بھی اور

---

[۱] خلفا سے رشتہ داری کے تعلقات قائم کرنے کی سیاسی اہمیت سے آل بویہ بھی غافل نہ تھے، چنانچہ عضد الدولہ نے الطائع للہ پر بہت زور دیا تھا کہ وہ اس کی بیٹی سے شادی کرے، مگر الطائع نے اسے پسند کیا، اور نہ اس کے بعد کے خلفا نے کبھی بویہی خاندان کی بیٹی لینے پر رضامندی ظاہر کی،

ساتوین صدی مین ہوا، پانچوین صدی کے نصف آخر مین نظام الملک کے انتظام نے جو حالات پیدا کر دیے

تھے، ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے دو تین نظام الملک اور ملک شاہ درکار تھے، مگر بڑے آدمی اس حیثیت سے

اکثر بدقسمت ہوتے ہین، کہ ان کی جانشینی کے لئے کوئی بڑا آدمی میسر نہین آیا، ۴۸۵ھ ۱۰۹۲ء مین ملک شاہ کے مرتے

ہی فساد کے مادے، کوہ آتش فشان کے لاوے کی طرح پھوٹ نکلے، ملک شاہ کے چارون بیٹے محمود، برکیارق،

محمود اور سنجر باہم جنگ و جدل مین مشغول ہین، ترکان خاتون اور تاج الملک کی سازشون نے ابتدا

اس آگ کو سلگایا، اور جب وہ ایک دفعہ سلگ گئی تو پھر ایسی بھڑکی کہ پورے ۱۳ برس تک بھڑکتی رہی اور

اس وقت تک ٹھنڈی نہ ہوئی جب تک اس نے دولت سلجوقیہ کے جوہرِ حیات کو پھونک نہ دیا، اس طویل خانہ

جنگی کے بیشمار نقصانات مین سب سے بڑے نقصان تین تھے جنھون نے سلجوقی سلطنت کی بنیادون کو ہلا دیا

اور مسلمانون کی قومی طاقت کو ایسا صدمہ پہنچایا جس کی تلافی پھر نہ ہو سکی،

باطنی تحریک پہلا نقصان یہ تھا کہ باطنیون کی خفیہ تحریک کو دنیائے اسلام مین پھیلنے کا اچھا موقع مل گیا

اور اس نے اسلام کے جسم مین پھیل کر وہی اثر دکھایا جو انسان کے جسم مین طاعون کے جراثیم پھیلنے سے ظاہر

ہوتا ہے، ملک شاہ کا بالکل آخری زمانہ تھا کہ اس تحریک نے سیاست کے میدان مین قدم رکھا، نظام الملک

کا قتل اتنا بڑا واقعہ تھا کہ اگر اسی وقت اس کی طرف توجہ کیجاتی تو اسے بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکا جا سکتا تھا،

مگر ملک شاہ کے جانشین اس کی طرف سے آنکھین بند کرکے آپس کی لڑائی مین مشغول ہو گئے، اور اس نے

چند سال مین اپنا فوجی اور خفیہ نظام اتنا مضبوط کر لیا کہ سلطان محمد اور سنجر اپنی پوری قوت صرف کرنے کے باوجود

اسے توڑ نہ سکے، الموت، طبس، زوزن، قاین، تون، مستکوہ، خالنجان، گردکوہ، خور، خوسف، استاوند،

شاہ وز، اردہن، قلعۃ الطنبور، اور ایسے ہی دوسرے قلعون مین زبردست فوجی قوت جمع کی، خفیہ طریقہ سے

مسلمانون کے بڑے بڑے جنرلون اور دینی پیشواؤن کو چن چن کر قتل کرنا شروع کیا، عبد الرحمن سمیرمی الزد ملقا

جناح الدولہ، قاضی ابو العلا، صاعد نیشاپوری، فخر الملک، قاضی عبد الواحد، امیر مودود، احمد یل بن وہسوذان

قاضی ابوسعد الہروی، عبداللطیف خجندی، خلیفہ مسترشد، اتابک آق سنقر برسقی، معین الملک ابونصر اور ایسے ہی دوسرے اکابر اسلام باطنی فدائیون کے ہاتھون مارے گئے، ان کے علاوہ عام مسلمانون کو بھی دھوکے سے قتل کیا گیا، صرف اصفہان مین جو سازش سلطان محمد کے زمانہ مین پکڑی گئی تھی، اس مین پانچسو کے قریب مسلمانون کی لاشین ایک مکان سے نکلی تھین[۱]، ان واقعات نے دنیاے اسلام مین ایک عالمگیر برہمی پیدا کردی، اور ان کی بدولت سیاست، معاشرت، معیشت، و تمدن کا سارا انتظام مختل ہوگیا،

حروب صلیبیہ کا آغاز

دوسرا نقصان یہ ہوا کہ مسلمانون کو باہم دست و گریبان دیکھکر یورپ کی فرنگی اقوام کی جراتین تازہ ہوگئین، اور چار سو برس کی قائم کی ہوئی ہیبت اُن کی آن مین ان کے دلون سے نکل گئی، اس سے پہلے کی خانہ جنگیون مین صرف سرحدون پر حملے ہوتے تھے اور سواحل و ثغور کے بعض مقامات پر اہل روم قبضہ کرلیتے تھے، مگر اس خانہ جنگی کا اثر روم سے گزر کر یورپ کے بعید ممالک تک پہنچا اور وہان سے صلیبی مجاہدین کا ایک سیلاب امنڈ آیا کہ ان مقدس مقامات کو مسلمانون سے واپس لے جو خلفاے راشدین کے زمانہ مین عیسائیون کے ہاتھ سے نکل گئے تھے، یہ سیلاب ملک شاہ کی وفات کے پانچ برس بعد ۴۸۹ھ ۱۰۹۶ء مین سرزمین اسلام کی طرف بڑھا، اور قونیہ کی سلجوقی ریاست کو پامال کرتا ہوا انطاکیہ پر رکا، ۴۹۱ھ ۱۰۹۸ء مین وہ انطاکیہ کو بھی توڑ کر نکل گیا اور بلادِ شام مین پھیلنے لگا، ایک سال کے اندر اس نے مسلمانون پر اتنی تباہیان نازل کین کہ ساری دنیاے اسلام کانپ اٹھی اور خلیفہ نے سلطان برکیارق اور محمد سے التجا کی کہ آپس کی جنگ کو چھوڑ کر پہلے باہر کے دشمن کا مقابلہ کرین، لیکن جنگجو بھائیون کی اس پر بھی آنکھین نہ کھلین، آخر ۴۹۲ھ ۱۰۹۹ء مین بیت المقدس بھی مسلمانون کے ہاتھ سے نکل گیا اور اسلام نے مسیحیت کے ہاتھ سے پہلی مرتبہ ایسی فاش شکست کھائی کہ خالد بن ولید سے لیکر الپ ارسلان تک تمام غازیانِ اسلام کی سرفروشیون پر پانی پھر گیا، یہ خانہ جنگی کا سب سے زیادہ ہولناک نتیجہ تھا، ملک شاہ کی زندگی مین جس عظیم الشان سلطنت کی طرف کسی غیر ملکی

[۱] راحت الصدور (طبع لندن) صفحہ ۱۵۰،

طاقت کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی جراٴت نہ ہوسکتی تھی، سات ہی برس کے اندر اس کی ایسی ہوا بگڑی کہ اس کے ایک بڑے اور نہایت اہم حصہ پر فرنگستان کے بعید المقام قسمت آزما اتنی آسانی سے قابض ہوگئے اور کوئی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا،

سلاجقہ کا انقراض

تیسرا نقصان یہ ہوا کہ مرکزی قوت کے کمزور ہوتے ہی سلطنت کی قطع و برید شروع ہوگئی، بعض حصون مین خود مختار سلجوقی ریاستین قائم ہوگئین، اور بعض حصون کو دوسرے امراء دبا بیٹھے، روم کو قتلمش بن ارسلان کے خاندان نے سنبھال لیا، شام مین تتش بن الپ ارسلان کے خاندان نے اپنی حکومت قائم کی، عراق مین محمد بن ملک شاہ کا خاندان تختِ حکومت کا مالک ہوا، اور کرمان مین قاورت بن داؤد کا خاندان خود مختار ہوگیا، ان سلجوقی خاندانون کے علاوہ سلاجقہ کے ترکی غلامون نے بھی اس ترکہ مین سے کافی حصہ لیا، موصل مین اتابک آق سنقر برسقی کے خاندان نے اپنی مستقل ریاست قائم کی، جو بعد مین تمام شام اور الجزیرہ پر چھا گئی، خوارزم پر انوشتگین کا خاندان مسلط ہوگیا جس نے آخر مین سلجوقیون کا خاتمہ ہی کردیا، آذربیجان مین اتابک ایلدگز کے خاندان نے اپنی محفل جمائی، دیار بکر اور فارس مین ارتق اور سلغر کے خاندان فرمان روا ہوگئے اور دمشق، اربل، آرمینیہ، بورستان اور کرمان مین بھی دوسرے مملوکون اور اتابکون نے سلجوقیون کی جگہ لے لی، اس طرح وہ عظیم الشان سلطنت جو ایشیا کے ایک بہت بڑے حصہ پر پھیلی ہوئی تھی، بیسیون چھوٹے اور بڑے ٹکڑون مین منقسم ہوگئی،

اس انتشار کی حالت مین سلطان سنجر کے دم سے ایک حد تک شیرازہ بندھا ہوا تھا، خانہ جنگی کے زمانہ مین خراسان اور ماوراء النہر اسی کی بدولت تباہی سے محفوظ رہے، سلطان محمد کے انتقال (۵۱۱ھ ۱۱۱۷ء) کے بعد اس نے کرمان، عراق، اور کردستان کی سلجوقی ریاستون پر اپنا اثر قائم کیا، غزنین اور غور کی طاقتون کو جو ملک شاہ کے زمانہ مین بھی سلجوقی اثر سے آزاد رہی تھین، اپنا تابع فرمان بنایا، خوارزمشاہیون کو ان کی پیہم سرکشی کے باوجود اطاعت پر مجبور رکھا، اور دنیاے اسلام مین اتنا اثر قائم کرلیا کہ ایک زمانہ مین ماوراء النہر

سے شام تک اس کا خطبہ جاری تھا، مگر آخری زمانہ مین ترکان خطا، اور ترکمان غزنے اس کی طاقت کو زک دی،
اور ۵۵۲ھ (۱۱۵۷ء) مین جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے ساتھ ہی سلجوقی عظمت و شوکت کا بھی جنازہ نکل گیا، یہ دور
سے ۵۹۰ھ (۱۱۹۴ء) تک کا زمانہ اس طرح گذرا کہ سلجوقیون کے ترکہ کو خوارزمشاہی سلاطین[1] آہستہ آہستہ وصول کرتے رہے
ماوراءالنہر، خراسان، رے، اصفہان، کرمان، اور عراق ایک ایک کرکے ان کے قبضہ مین چلے گئے، اور جب
چھٹی صدی ختم ہوئی، تو سوائے روم کے تمام مشرق اوسط اور مشرق ادنیٰ سے سلجوقیون کا نام ونشان مٹ
چکا تھا،

سلاجقہ کے چھ دور یہ اس خاندان کی تاریخ کا ایک مجمل خاکہ ہے، اس خاکہ پر ایک نظر ڈالئے تو آپ کو مختلف تاریخی
دور نمایان خطوط سے منقسم نظر آئین گے،

پہلا دور پانچوین صدی کی ابتدا سے شروع ہوکر ۴۲۹ھ (۱۰۳۷ء) پر ختم ہوتا ہے، جبکہ طغرل نے نیشاپور کے تخت
پر قدم رکھا، یہ سلاجقہ کا "دورِ ظہور" ہے،

دوسرا دور ۴۲۹ھ (۱۰۳۷ء) سے ۴۵۵ھ (۱۰۶۳ء) تک جس مین طغرل نے ۲۶ سال کی مسلسل شمشیرزنی سے ایک بڑی سلطنت
قائم کی، اس کو ہم "دورِ تاسیس" کہہ سکتے ہین،

تیسرا دور ۴۵۵ھ (۱۰۶۳ء) سے ۴۸۵ھ (۱۰۹۲ء) تک جسمین الپ ارسلان اور ملک شاہ کی بادشاہی اور نظام الملک
کی وزارت نے سلجوقی سلطنت کے آفتاب کو نصف النہار پر پہنچا دیا، یہ صحیح معنون مین سلاجقہ کا
"دورِ عروج" ہے،

چوتھا دور ۴۸۵ھ (۱۰۹۲ء) سے ۴۹۸ھ (۱۱۰۴ء) تک جس مین ملک شاہ کے بیٹے باہم مصروفِ پیکار رہے، یہ
"یہ دورِ خانہ جنگی" ہے،

پانچوان دور ۴۹۸ھ (۱۱۰۴ء) سے ۵۵۲ھ (۱۱۵۷ء) تک جسمین محمد اور سنجر اپنے خاندان کی رو بہ زوال قوت کو
سنبھالتے نظر آتے ہین، یہ سلجوقی سلطنت کا "دورِ زوال" ہے،

چھٹا دور ۵۱۱ھ (۱۱۱۷ء) سے ۷۰۰ھ (۱۳۰۰ء) تک جس مین مختلف سلجوقی خاندان اپنے اجداد کی عظیم الشان سلطنت
کے منتشر اجزا کو سنبھال کر بیٹھتے ہین اور ایک ایک کرکے مختلف زمانون مین ان کو کھو دیتے ہین، اس کو
ہم "دورِ انتشار" سے موسوم کرسکتے ہین،

اس کتاب کے ابواب کی تقسیم انھین ادوار کے مطابق ہوگی، لیکن ہمارا مقصد صرف سیاسی
تغیرات ہی کی تاریخ بیان کرنا نہین ہے، بلکہ اس کے ساتھ تہذیب و تمدن کی تاریخ بھی مطلوب
ہے، اس لئے آخر مین عہدِ سلاجقہ کی تہذیب کے متعلق ایک مفصل باب لکھا جائیگا، جو حتی الامکان
اس عہد کی تہذیب کے تمام پہلوؤن پر حاوی ہوگا،

---

[1] خوارزمشاہ کا لقب دراصل خوارزم کے گورنرون کے لئے مستعمل ہوتا تھا، مگر یہان خوارزمشاہیون کا وہ خاندان مراد ہے
جو ابتداءً سلجوقیون کا باجگزار تھا اور بعد مین خودمختار ہوکر ان کا وارث ہوا،

تلخیص و تبصرہ

اٹھارہوین موتمرِ مستشرقین لائڈن

از جناب محمد حمید اللہ صاحب کُلمنڈی، حیدر آباد دکن،

"چند ماہ گذرے لیڈن (ہالینڈ) مین مستشرقین کی اٹھارہوین کانفرنس منعقد ہوئی تھی اُس کے کچھ حالات مشہور شامی اہلِ قلم امیر شکیب ارسلان نے اپنے فرانسیسی ماہنامے مین رجولا ناسیون عرب کے نام سے جنیوا سے شائع ہوتا ہی) ستمبر/اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ کی اشاعت مین لکھے ہین، اس کی تلخیص ناظرینِ معارف کی دلچسپی کے لیے ذیل مین درج کیجاتی ہی، وہ لکھتے ہین:-

یہ کہا جا سکتا ہے کہ آجکل لائڈن شرقیاتی علوم کا مرکز ہے، شاید یہی وہ یوروپی شہر ہے جہان اسلامی معاملات اور خاصکر عربی تمدن سے بہت دلچسپی لیجاتی ہے، وہان سے نہایت نادر عربی مخطوطے چھپ کر شائع ہوتے رہے ہین اور عربی علوم کا سنجیدہ مطالعہ وہان بہت طویل عرصہ سے جاری ہے، ہالینڈ عام طور پر اور لائڈن خاص طور پر ہمارے ممن سے جو دلچسپی لے رہا ہے وہ ہم سے خراجِ تحسین وصول کئے بغیر نہین رہتا،

ہالینڈ نے مشرقی امور سے اپنی متوارث دلچسپی کا تازہ مظاہرہ اس طرح کیا ہے کہ لائڈن مین مستشرقین کی موتمر کا انتظام کیا گیا، یہ موتمر مختصر سادہ الفاظ مین کامیاب رہی، اور جس عظیم و عتیق تمدن کے نام سے وہ منسوب ہے اس کے شایانِ شان ثابت ہوئی، اگرچہ یورپی صحافت آجکل موجودہ تباہ کن اقتصادی سوالات اور تخفیفِ اسلحہ کے مسائل مین

ل اور بین نسٹ کے لئے علوم قدیمہ کے اصول پر شرقیاتی مرادف ہوسکتی ہی جو مستشرق کی بہ نسبت زیادہ قابلِ اشتقاق بھی ہی،

معروف ہی اس لیے موتمر لائڈن کے حالات کی اتنی اشاعت نہین ہوسکی جس کی وہ مستحق تھی، مستشرقین کی ایک اعزازی کمیٹی بھی اس کے لیے منتخب ہوئی تھی مجلس انتظامی کے لیے بھی نہایت مشہور اساتذہ چنے گئے تھے اور ایک شعبہ اطلاعات قائم کیا گیا تھا،

موتمر کو نو شعبون مین تقسیم کیا گیا تھا:-

۱- اسلام

۲- سامی اقوام و السنہ،

۳- اشوریات،

۴ مصریات،

۵ داخلی و وسطی ایشیا،

۶- مشرق اقصیٰ اور ہند: شرق الہند،

۷- ہندیات،

۸- عہد نامۂ قدیم (تورات) اور یہودیت،

۹- پاپیریات (یعنی قدیم مصری کاغذ پاپیروس کے تحریرات سے متعلقہ امور)

موتمر کا افتتاح یکشنبہ ۶ ستمبر کو ہوا، آٹھ سو نمایندے دنیا کے مختلف ممالک سے آئے تھے جنمین ہر دو صنف کے افراد شامل تھے، پروفیسر اسنوک ہرگرونیے نے موتمر کا افتتاح کیا، اس نے شرقیاتی علوم سے دلچسپی کی عظیم الشان ترقی کا ذکر کیا اور کہا سنہ ۱۸۸۳ مین لائڈن مین چھٹی موتمر منعقد ہوئی تھی، اس مین (۲۱۸) سے زیادہ نمایندے نہ تھے مگر اب اس اجلاس مین آٹھ سو سے زائد نمایندے شامل ہوئے ہین جنمین زنانہ نمایندگی بھی بہت اچھی ہوئی ہے، موسیو ترپاسترا، ہالینڈ کے وزیرِ تعلیم نے ایک مقالہ سنایا، اس مین ولندیزی شرقیات کی تاریخ بتائی، اس نے کہا،

"یہ ملک ہمیشہ سے مشرقی امور مین دلچسپی لیتا رہا ہے" اور اس اہمیت کو خوب سمجھتا ہے، جو ایشیا اور یورپ

کے باہمی تفاہم کو حاصل ہو، اس نے آخر جب جزائر الکاہل کے بڑے حصے پر تسلط حاصل کیا تو اسی بنا پر اس کے سیاسی اور معاشی مفاد سے اس ملک میں ہماری سرگرمیوں کو بے انتہا بڑھانا اور ترقی دینا پڑا، یہ صحیح نہیں، جیسا بعض لوگ خیال کرتے ہیں، کہ ایشیائی مقبوضات سے ہالینڈ کا اصلی مقصد سوائے تجارتی نفع کے اور کچھ نہیں، اس کے برخلاف، ہالینڈ کی اولین کوشش رہی ہے کہ ان دور دراز ممالک میں عیسائیت کی خوبیوں اور فائدوں کی تبلیغ کرے"

وزیر تعلیم ہالینڈ کا یہ اعلان اپنے ملک کی حکومت کے نمایندے کی حیثیت سے شرقیاتی موتمر میں انتہائی صداقت اور پوری صفائی و وضاحت سے تھا، جس میں یہ کوشش نہ تھی کہ غیر مسلموں کو مذہبی معاملات میں ہالینڈ کی انتہائی بے پروائی دکھائی جائے، جس طرح بعض دیگر استعماری سلطنتیں کرتی ہیں کہ محض نمایش کے لیے مذہبی معاملات میں انتہائی آزادی اور مکمل بے اعتنائی ظاہر کرتی ہیں مگر چند خاص و مسلسل ذرائع سے اس بات کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتیں، کہ اپنی نوآبادیوں کے مسلمان اور دیگر اقوام کو عیسائی بنالیں، برخلاف اس کے ہالینڈ کو اقرار ہے اور وہ اس خواہش پر فخر بھی کرتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ اپنی نوآبادیوں میں عیسائیت کے پھیلانے کی کوشش کریگا، ولندیزی وزیر کا یہ اعلان ہم پوری طمانیت کے ساتھ، بہ طور ثبوت، ان مشرقی لوگوں کے لیے درج کرتے ہیں، جو یہ حسن ظن رکھتے ہیں کہ بڑی یورپی سلطنتوں کی پالیسی میں مذہبی رجحانات کو دخل نہیں ہوتا، خاص کر ترقی یافتہ سلطنتوں میں...... اور آج اسی بنا پر مشرقی قومیں مذہب و سیاست اور مذہب و حکومت کی آمیزش کو اپنی روشن خیالی سے قومی و وطنی خدمت کے لیے ایک نما داغ سمجھ رہی ہیں!!

لیکن ہز اکسیلنسی وزیر تعلیم ہالینڈ، ہالینڈ کے ان تبلیغی مشنوں کی کوششوں کے نتائج کو مستشرقین کی کانفرنس میں فخر سے پیش کرتے ہیں، جس کے ذریعہ بحرالکاہل کی ولندیزی نوآبادیوں میں ایک ناقابل یقین سرگرمی اور جوش عمل سے (جنکی پشت پناہی کے لیے ہر قسم کے ذرائع لاکھوں آدمی اور کروڑوں فلورین (سکّے) ہیں) ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو جن کا بڑا حصہ یتیموں اور مفلسوں پر مشتمل تھا، عیسائی بنانے میں کامیابی حاصل ہوئی ہو، گو یہ تعداد ایک صفر ہے، اور ملکۂ ہالینڈ

کی ساڑھے چھ کروڑ (شرق الہندی) مسلم رعایا کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتی لیکن ساتھ ہی یہ کامیابی ناقابل تردید اہمیت رکھتی ہے، مگر کیا اسکی بنا پر ہالینڈ کو تاریک خیال قدامت پرست اور مذہبی دیوانے کا خطاب دیا جاسکتا ہے؟ لا اعلان

شرقیاتی موتمر میں علاوہ افتتاحی استقبال کے دیگر ضیافتیں بھی ہوئیں، حکومت ہالینڈ نے اس کے اعزاز میں شہر لاہائی (ہیگ) کے ریدرتسال میں ایک شاندار و پرشوکت استقبال کیا، وہاں وزیر مستعمرات نے تقریر کی اور نمایندگان موتمر کو خوش آمدید کہا، نوردویک میں ہوئس تروین ہوٹل میں جملہ نمایندوں کو شب کے کھانے (ڈنر) پر مدعو کیا گیا

انشاث گے ہورت سال میں ۱۲ ستمبر کو اختتامی جلسہ ہوا اور یہ اعلان کیا گیا کہ اس شرقیاتی موتمر کا انیسواں اجلاس روما (اٹلی) میں تین یا چار سال بعد ہوگا،

موتمر کے شعبۂ اسلام میں غالباً سب سے زیادہ ارکان تھے، جو (۸۰) اور (۱۰۰) کے مابین تھے، اس میں پڑھے ہوئے مقالے بھی نہایت محنت اور قابلیت سے لکھے گئے تھے،

اس شعبے میں جن عربوں نے مقالے سنائے وہ یہ ہیں:-

۱- شیخ مصطفےٰ عبدالرزاق، (مصر) انھوں نے لفظ "اسلام" اس کے ابتدائی مفہوم اور اس (مفہوم) کی ترقی و وسعت پر بحث کی، اس مقالے نے بڑی دلچسپی پیدا کی، اس میں اس بات کی کوئی کمی نہ تھی کہ دندان شکن دلائل سے چند شرقیاتیوں کے اس خیال کی تردید کیجائے کہ "اسلام قلب کو مَس نہیں کرتا، اور وہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ چند رسمی قوانین کو ملحوظ اور زیر عمل رکھا جائے"،

آپ نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کو شہادت میں پیش کرتے ہوئے بتایا کہ قوانین کی صرف سختی کے ساتھ پابندی سے کسی کو اسلام میں نجات نہیں ملتی جب تک کہ اس کے ساتھ نیت نہ ہو اور خدمتِ خلق اور خیرات و مبرات کے بغیر محض رسوم بیکار ہیں، مشہور شرقیاتی گولڈ سی ہر نے اپنی نہایت قابل دید تصنیف میں جو "عقائد و قوانینِ اسلام" پر ہے، اپنی پوری قوت بیانیہ اور طاقت منطقیہ سے اسی (غلط) خیال کو پیش کیا اور ابھارا تھا......

۲- یمن کے علامہ ہمدانی نے آخری خلفائے فاطمیہ کے عہد کے عربی ادبیات پر مقالہ پڑھا،

٣- مشہور مصری عالم احمد پاشا تیمور مرحوم کے فرزند تیمور بک نے ادبیات جدیدہ پر مضمون سنایا،

٤- ڈاکٹر طہٰ حسین نے عربی بلاغت اور اُس کے یونان سے تعلق پر تقریر کی، باوجود آپ کی فصاحتِ بلاغت کے یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ یونانی کتابوں کے تراجم سے پہلے بھی عربوں میں بلاغت کا وجود تھا،

٥- علامہ محمد ترکی (تونس کے نمایندے) نے اپنی نوعیت کا نہایت اہم مضمون "عربی خطاطی اور اس..."

٦- اور خود امیر شکیب ارسلان نے "تاریخ اور مختلف عربی بولیوں کا تعلق" پر مضمون پڑھا، یہ مضمون اسی زیر نظر پرچے میں شائع ہو گیا ہے،

٧- حافظ عفیفی پاشا مصری سفیرِ لندن نے جدید عربی حروف کبیرہ پر مقالہ پڑھا جو اس کے مجوز شاہ فواد کی نسبت سے حروفِ تاج کہلاتے ہیں؛

شاہ فواد نے عربی میں ان حروف تاج "کیپیٹل لیٹر" کو رواج دینا چاہا ہے، کہ جس طرح انگریزی و دیگر لاطینی خطوں میں اسما و اعلام اور ہر جملے کے پہلے لفظ کا پہلا حرف امتیاز کی خاطر بڑا لکھا جاتا ہے، وہی طریقہ عربی میں بھی رائج ہو جائے، چنانچہ ایک انعامی مقابلے کے نتائج کو مصری وزارتِ تعلیم نے بعد ترمیم مناسب نہ صرف شائع کیا ہے بلکہ جدید اطلاعات کے بموجب مدارس کی درسی کتابیں اسی خط میں چھپ رہی ہیں، اور جملہ دفاتر و محکمہ جات سرکاری میں اسکا جبری نفاذ عمل میں آچکا ہے، اس کے متعلق سرکاری رسالے سے جس کا نام "حروف التاج و علامات الترقیم و مواضع استعمالہا" ہے، جدید حروف کی ماہیت پیش کیجاتی ہے،

ا ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض

ط ظ ع غ ف ق ک ل م ن و ھ لا ی

نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:-

"رسالہ معارف کے اڈیٹر ہندوستان کے مشہور عالم مولانا سید سلیمان ندوی

ہیں"۔ یہ تو مواخط طباعت، خط کتابت میں بجائے تاج کے انکا ہندسہ لکھا جاتا ہے:-

"رسالہ معارف کے اڈیٹر ہندوستان کے مشہور عالم مولانا سید سلیمان ندوی ہیں"

خدا کا اعتراف سائنس کی زبان سے،

زمانہ کا یہ انقلاب بھی کس درجہ حیرت انگیز ہے، کہ سائنس جس پر دورِ حاضر کے الحاد و دہریت کی بنیاد تھی، خود اُس کی زبان سے وجودِ باری تعالیٰ کا اقرار صاف اور واضح الفاظ میں شروع ہو گیا ہے، اور جو چیز اب تک مذہب کی مخالف سمجھی جاتی تھی وہی اب اس کی مدافعت کے لئے آگے بڑھ رہی ہے، اور یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ دورِ حاضر کا الحاد اپنے کمال تک پہنچ کر اب مائل بہ انحطاط ہے،

چنانچہ مسٹر اڈورڈ کاٹن (EDWORD COTTON) نے موجودہ ماہرینِ سائنس کی رائیں ایک کتاب کی شکل میں یکجا کی ہیں، جو "کیا سائنس نے خدا کو دریافت کر لیا ہے" ("HAS-SCIENCE DISCOVERED GOD") کے نام سے موسوم ہے، اس کتاب پر ایک مقالہ لٹریری ڈائجسٹ میں شایع ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اس میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ سائنس ایک ایسے خدا کو دریافت کر رہی ہے جو ان تمام خداؤں سے جو اس وقت تک معلوم کئے گئے ہیں کہیں زیادہ صاحبِ عظمت اور اپنے وجود کے نسبت لوگوں کو یقین دلانے والا ہے، اس کتاب میں سولہ مشہور ماہرینِ سائنس کے مقالات ہیں، جو نہایت سہل اور آسان زبان میں لکھے گئے ہیں،

مسٹر کاٹن ہستی باری تعالیٰ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:-

سائنس کی تمامتر تحقیقات کا مقصد ہی یہ تھا کہ خدا کو معلوم کیا جائے، جس خدا کا تصور ان سائنس دانوں کی نظر میں ہے، وہ ایسا نہیں ہے کہ کسی مذہب کی حدود میں مقید ہو سکے، لیکن باوجود اس کے عقائد کی قوت و اہمیت سے انکار بھی نہیں ہے، اخلاقی ترقی کے لئے مذہب کی ضرورت باقی

رہتی ہے اور تحقیقاتِ علمی کا کام یہ ہے کہ اسرارِ کائنات کو بے نقاب کریں یعنی جوہر (ATOM) مین خدا کو معلوم کرین، مذہب و سائنس دونون ایک ساتھ نوعِ انسانی کی خدمت اور خدائے تعالیٰ کی حمد سرائی مین مصروف ہین"

مسٹر کرٹلے میتھر (KIRTLEY.F. MATHER) جو ہارورڈ یونیورسٹی (امریکہ) مین ارضیات اور جغرافیہ کے صدر ہین، اپنے مقالہ مین یون اظہارِ خیال کرتے ہین، "جتنا ہی زیادہ ہم اس دنیا سے واقف ہوتے جاتے ہین، اسی قدر وہ زیادہ پراسرار اور حیرت انگیز بنتی جاتی ہے، جو خود نمائی پہلے کثرت سے سائنس دانون مین پائی جاتی تھی، اب مفقود ہو چکی ہے اور اس کی جگہ موجودہ دور کے علمائے سائنس حقیقی انکسار کا اظہار قابلِ تعریف طریقہ سے کر رہے ہین.........

میرے نزدیک خدا وہ طاقتِ متحرک (MOTIVE POWER) ہے، جو انسان مین ایک لطیف شخصیت کو پیدا کرتا ہے" مسٹر رابرٹ ملیکن (ROBERT A. MILLIKAM) کا جو طبعیات مین نوبل پرائز حاصل کر چکے ہین بیان ہے، "یہ خیال اب تقریباً عام ہو چکا ہے کہ فطرت حقیقۃً لطف و کرم کرتی ہے اکا علم مذہب کو سائنس سے ہوا، یہی خیال تھا جسکو حضرت عیسیٰؑ نے اپنے صاف طور پر دیکھا، اور پھر اس سختی کیساتھ اسکی تبلیغ کی، انھون نے اس لطف و کرم کو محسوس کیا اور اس کے بعد لوگون مین اسکی تبلیغ کی، موجودہ سائنس اس خیال کے ثبوت مین شہادت پیش کرتی ہے" مسٹر اڈون کانکلن (EDWIN G. CONKLIN) لکھتے ہین

"میری سمجھ مین نہین آتا کہ کیونکر ایک شخص فطرت کو سائنس کی آنکھون سے دیکھتا ہے، ارتقار کے تمام مراتب کو جوہرون کی تشکیل سے لیکر انسان اور شعور کی تکوین تک پیشِ نظر رکھتا ہے اور پھر بھی یہ خیال کرتا ہے کہ یہ سارا نظام بغیر کسی ترتیب یا مقصد کے ہے"

"ع ز"

علمی تحقیقات اور تخفیف کمیٹی کی کاٹ چھانٹ

مالیاتِ ہند کی موجودہ حالت نے برطانیہ کی طرح وہان بھی اس بات کی ضرورت پیدا کر دی ہے کہ مالی سال کے

درمیان ہی مین بڑے بڑے جدید ٹیکس عاید کر دیے جائین، اور ہر ممکن شعبہ مین سختی کے ساتھ تخفیف کر دیجائے، بجٹ کو متعلق حکومت ہند کی مشکلات کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی شبہ رہجاتا ہے کہ اس نے علمی شعبون کو تخفیف کمیٹی کے سپرد کر دینے مین کہانتک دانائی سے کام لیا، ہندوستان مین حکومت کے فرائض دوسرے زیادہ ترقی یافتہ ملکون کی نسبت وسیع تر ہین، جیسا کہ مسٹر ولیم میرس "ہند جدید" کے ایک باب مین لکھتے ہین، "حکومت ہند نے اہل ملک کی طبعی اور ذہنی بہبودی کی جو عام ذمہ داری اپنے سر لے رکھی ہے، دوسری حکومتین ممکن صورتون مین غیر سرکاری ادارون کے سپرد کر دینے پر قناعت کرتی ہین"

جو ذمہ داریان حکومت نے اپنے اوپر عاید کر لی ہین ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تخصیص یافتہ علمی ادارون کی ضرورت ہے، ایک بڑی تجارتی کمپنی جو تخفیف کی اشد ضرورت سے دوچار ہو اپنے مختلف شعبون کے ذمہ دار اشخاص کو بلا کر اس مسئلہ کی بابت مشورہ کریگی، صورتِ حال کو بیان کریگی، اور ایک ایسی تجویز کو مرتب کرنے کی ہدایت کریگی جو خود مشکل کو بھی حل کر دے، اور جس سے کمپنی کو بھی کم سے کم نقصان پہنچے،

حکومت ہند نے اس قسم کی کوئی تدبیر اختیار کرنے کی جگہ یہ کیا کہ مجلس قانون ساز کی ایک سب کمیٹی مقرر کر کے پیمائش اراضیات، علم ارضیات، نباتات، حیوانیات، آثار قدیمہ، طب، صحت عامہ، اور زراعت کے صیغون کو تخفیف کی غرض سے اس کے سپرد کر دیا، اس کمیٹی کے کسی رکن کو بھی ان شعبون سے متعلق کوئی سائنٹفک واقفیت نہ تھی، تاہم کمیٹی نے ان مین سے اکثر شعبون کی نسبت بے تکلف نہایت متعین اور واضح تجویزین پیش کین، ان تجویزون سے اکثر صورتون مین علمی شعبون پر نہایت مضر اثرات پڑے، اگرچہ کمیٹی نے یہ بیان کیا کہ وہ علمی ادارون کی کاٹ چھانٹ سے پرہیز کرنا چاہتی ہے، مڈکل اور پبلک ہلتھ ڈپارٹمنٹ کی بابت کمیٹی کی یہ تجویز تھی کہ ان دونون کو مرکزی حکومت سے خارج کر دیا جائے اور بجائے ان کے دو ڈپٹی سکرٹری مقرر کر دینے چاہئین جو طبی تحقیقات اور امور صحت عامہ پر حکومت کو مشورہ دیتے رہین، یہ تجویز کمیٹی کی اس عام رائے کے مطابق تھی کہ تخفیف کے لیے ضروری ہے کہ بڑے بڑے ماہرینِ فن علحدہ کر دیئے جائین اور ان کی جگہ نسبتہً کم درجہ والون سے کام لیا جائے، چند سال ہوئے محکمہ زراعت کی تحقیقات کے

لیے ایک روائل کمیشن مقرر کیا گیا تھا جس نے زراعت کی علمی تحقیقات کو وسعت دینے کے لیے چند تجویزیں پیش کی تھین، ان مین سے ایک تجویز یہ بھی تھی کہ زراعت کی علمی تحقیقات کے لیے ایک امپیریل کاونسل مقرر کردی جائے، تخفیف کمیٹی کی تجویز یہ ہے کہ اس کونسل کے مصارف کے لیے منظور شدہ رقم پانچ لاکھ روپیہ سے ڈھائی لاکھ کردی جائے اور زراعت کے دونون اعلیٰ ماہرین برطرف کردیئے جائین، لیکن وائس چیرمین اور سکریٹری جنکو اس فن مین کوئی دستگاہ نہین حاصل ہے اپنی جگہ پر رہنے دیئے جائین، اس کے علاوہ پوسا کے زراعتی ادارہ کی پانچ شاخون مین سے چار توڑ دی جائین، انڈین ریسرچ فنڈ ایسوسیئشن (INDIAN RESEARCH FUND ASSOCIA-TION) نے حکومت کی سالانہ مالی امداد سے طبی شعبہ مین بہت قیمتی تحقیقاتین کی ہین، اسوقت تک اس انجمن کو ساڑھے سات لاکھ روپئے سالانہ ملتے تھے، تخفیف کمیٹی نے یہ تجویز پیش کی ہو کہ ان مین سے پانچ لاکھ کم کردیئے جائین، خوش قسمتی سے انجمن کے پاس باون لاکھ کا سرمایہ محفوظ ہے جس سے مدد لیجاسکتی ہو، یہ انجمن اپنے مقاصد مین نمایان طور پر کامیاب رہی ہے، لیکن اگر کمیٹی کی تجویزین منظور کرلی گئین تو اس کو سخت نقصان پہنچیگا، یہ امر کسی قدر باعث تسکین ہے کہ کمیٹی کی بعض ناقص تجویزین حکومت ہند نے مسترد کردی ہین، امید ہے کہ ایسی ہی دوسری تجویزین بھی نامنظور کردیجائین گی، اور عارضی مالی دقتین ہندوستان کو طبی اور سائنٹفک تحقیقات مین نصف صدی پیچھے نہ کردینگی،

(ٹائمس، تعلیمی ضمیمہ) "ع ز"

سفر حجاز

اس سفر مین مولنٰا عبدالماجد صاحب دریابادی نے اپنے سفر حجاز کے دلچسپ چشم دید حالات جمع کئے ہین، اور حج و زیارت کے متعلق تمام فقہی معلومات و ہدایات کو جمع کردیا ہے، ضخامت ۴۱۹ صفحے، مطبوعۂ معارف پریس اعظم گڈہ،

قیمت :- عہ (دو روپیہ)

"منیجر"

اخبارِ علمیہ

عراق کے آثارِ قدیمہ

فیلڈ میوزیم اور اکسفرڈ یونیورسٹی کی متحدہ مہم نے جو عراق کے آثارِ قدیمہ کی دریافت و تحقیق مین مصروف تھی، حال مین اپنی رپورٹ شائع کی ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اب سے چھ ہزار سال قبل اس ملک کے تمدن کی کیا حالت تھی، جمدت نصر (JAMDET NASR) جہان یہ آثارِ قدیمہ برآمد کئے گئے ہین ۳۵۰۰ء قبل مسیح مین آتش زدگی سے برباد ہوگیا تھا، لیکن اس بربادی سے پہلے بھی اس کا تمدن ایک بہت قدیم تمدن خیال کیا جاتا تھا، مسٹر میکے (MACKAY) مرتب روداد کا بیان ہے کہ وہان کے لوگ فن تحریر سے واقف تھے اور مٹی کی تختیون پر اسکی مشق کیا کرتے تھے، وہ کپڑا بنا بھی جانتے تھے اور اس کے جو آلات دستیاب ہوئے ہین ان سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ لوگ باریک سوت تیار کرتے تھے، ماہی گیری بھی ان لوگون کا ایک پیشہ تھا، اس کا ثبوت شست اور کانٹون کی موجودگی سے ملتا ہے، وہ لوگ تانبے کے کام اور خوبصورت آلات اور برتن بھی بناتے تھے، اینٹ بنانے کا فن بہت کچھ ترقی کرچکا تھا، لیکن جمدت نصر سنگ تراشی مین اتنے ماہر نہ تھے، زراعت کے ثبوت مین گیہون کا ایک انبار برآمد ہوا ہو جو اگرچہ بہت خراب حالت مین ہو تاہم آسانی سے شناخت کیا جاسکتا ہو، لیکن جس فن مین وہ لوگ خصوصیت کیساتھ مہارت رکھتے تھے وہ کوزہ گری ہے، ان کے بنائے ہوے برتن بعد کے برتنون سے زیادہ خوبصورت اور خوشرنگ ہین، بحیثیت مجموعی ان لوگون کا تمدن عراق کے موجودہ باشندون کے تمدن کے برابر تھا،

ہندوستان مین حیرت انگیز اثری اکتشاف

اب تک تاریخ اثریات مین پومپیائی (اٹلی) کا نام خاص شہرت رکھتا تھا، ایک ہزار نوسو برس سے اس کے کھنڈر کوہ آتش فشان کی خاک کے نیچے دبے ہوئے ہین، لیکن اس کے آثار قدیمہ کی دریافت و تلاش ہنوز جاری ہی کے خیال ہو سکتا تھا کہ ہندوستان کی سرزمین مین ایک قدیم تر پومپیائی کی لاش مدفون ہی جس کی تباہی و بربادی پر پانچہزار برس گذر چکے ہین، یہ شہر شمالی ہند مین دریائے سندھ کی مغربی وادی مین آباد تھا اور اپنی تمیز تہذیب مین تمام علاقہ مین ایک متمدن شہر کی رکھتا تھا، اس کے مکانات پختہ اینٹون کے بنے ہوئے تھے اور نہایت ترتیب کے ساتھ سیدھی اور باقاعدہ سڑکون کے کنارے واقع تھے اس کے ظروف آلات حرب جواہرات، نیز دیگر اشیاء سے جو برآمد ہوئی ہین، پتہ چلتا ہے کہ وہان کے باشندے تہذیب و تمدن مین بہت بڑھے ہوئے تھے، مسٹر آرتھر کیتھ برطانیہ کے ممتاز ماہر انسانیات کا بیان ہے کہ جب تک اس شہر کے حالات معلوم نہ ہوئے تھے خیال بھی نہین ہوا کہ اس قسم کے شہر دنیا کے کسی حصہ مین اب سے پانچہزار سال قبل آباد تھے، وہ لکھتے ہین کہ ان جدید معلومات نے ہندوستان کی تاریخ قدیم سے متعلق ہمارے خیالات مین ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیا ہی، حیرت ہوتی ہی کہ آج شہر کے رہنے والون کا جو طرز معاشرت ہی، تقریباً ویسا ہی اس شہر کے باشندون کا اب سے پچاس صدی قبل تھا، ان معلومات نے تاریخ ہند مین دو ہزار برس کا اضافہ کر دیا ہے، یہی نہین بلکہ سر جان مارشل نے جن کی سرگردگی مین یہ تحقیقات ہوئی ہین مسوپوٹامیا اور ہندوستان کے دریائی حصہ مین بعض ایسی چیزین دریافت کی ہین جن سے بابل اور وادی سندھ کی تہذیبون کا باہمی تعلق ظاہر ہوتا ہی،

درختون سے چٹان کا شق ہونا

لٹریری ڈائجسٹ (امریکہ) کی اطلاع ہے کہ بعض درختون مین بھی بڑے آدمیون کی طرح ایسی باتین کرنے کا حوصلہ ہوتا ہی، جو عموماً ناممکن خیال کیجاتی ہین، مثلاً کسی درخت کا پتھر کو توڑ دینا لیکن اس کے لیے ضروری ہے

کہ درخت اپنا کام بچپن ہی مین شروع کر دے اور ابتدا ہی سے اس مقصد کو پیش نظر رکھے، یہ غیر معمولی کارنامۂ فطرت نہایت خاموشی سے انجام دیتی ہے اور اس کی تکمیل مین انتہائی صبر سے کام لیتی ہے، پہلے بلوط یا کسی اور درخت کا ایک حقیر سا بیج کسی چڑیے کی چونچ سے گر کر چٹان کے شگاف مین پہنچ جاتا ہی، پھر مرجھائی ہوئی پتیان اور ننھی ننھی شاخین ہوا سے اڑ کر اس شگاف مین گرتی ہین اور اس پودے کے لیے جس نے چٹان کے قلب مین اپنی نشو و نما شروع کی ہو غذا کا کام دیتی ہین، اس طرح یہ پودا رفتہ رفتہ قوت پکڑتا جاتا ہے اور بالآخر ایک تناور اور طاقتور درخت ہو کر اسی پتھر کو توڑ ڈالتا ہے جس کے اندر کبھی یہ ایک بے حقیقت بیج کی شکل مین پڑا ہوا تھا،

خودبخود کھل جانے والے دروازے

امریکہ کے ایک ہوٹل مین ایسے دروازے لگائے گئے ہین جو کسی کے قریب جانے سے خودبخود کھل جاتے ہین ان کا اس طرح کھلنا روشنی کی ایک ہلکی سی کرن کے زیر اثر ہوتا ہے جو نظر نہین آتی، جب کمرہ مین داخل ہونے والا دروازہ سے چند فٹ کے فاصلہ پر پہنچتا ہے تو وہ دروازہ اور اس کرن کے درمیان آجاتا ہے، اور اس کے بین حائل ہو جانے ہی سے ایک کمانی کو حرکت ہوتی ہی جس سے دروازہ فوراً کھل جاتا ہی، جس وقت وہ کمرہ مین پہنچ گیا دروازہ خود ہی بند بھی ہو جاتا ہے،

بالشوک روس مین بچون کی تعلیم

رسالہ KOELNISCHE ZEITUNG کی ایک نامہ نگار خاتون اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر بیان کرتی ہے کہ بالشوک روس مین سب سے پہلا سبق جو بچون کو پڑھایا جاتا ہی یہ ہے کہ "خدا کا وجود نہین" (نعوذ باللہ من ذالک) ابتدائی تعلیم کی بنیاد اسی عقیدہ پر قائم کیجاتی ہے، چونکہ بچے اسکول مین داخل ہونے کے وقت مذہبی خیالات سے اپنے گھرون مین کسی قدر آشنا ہو چکتے ہین اس لیے ابتدائی مدارس کا مقدم کام یہ ہوتا ہے کہ وہ ان خیالات کو دور کر کے

ان کی جگہ مذہب اور اہل مذہب کی برائیاں بچون کے ذہن مین راسخ کردین، چنانچہ درسی کتابون مین یہ اصول پوری طرح کارفرما ہے، بچون کو یہ خاص طور پر سمجھایا جاتا ہے کہ مذہب کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہین ہے کہ وہ لوگون کو نیند جہالت مین گرفتار رکھنا چاہتا ہے اور کلیسا وہ ادارہ ہے جس نے غریبون کی جیب سے آخری پیسہ بھی نکال لیا ہے، معلوم نہین اس الزام کی کیا حقیقت ہے۔

نابینا اشخاص کیلئے انجیل کا عربی ترجمہ

بائبل سوسائٹی کے حسب ہدایت پانچ سال کی سعی و محنت کے بعد انجیل کا عربی ترجمہ نابینا اشخاص کے لیے تیار کرلیا گیا ہے، اس کتاب کے حروف ابھرے ہوئے ہین جو صرف انگلی کی مدد سے مناسب مشق کے بعد بآسانی سمجھ مین آجاتے ہین، فی الحال تیئیس ۳۲ جلدین تیار ہوگئی ہین، کیا پرستاران مسیح کے نمونۂ عمل مین عباد اللہ کے لیے کوئی درس عبرت نہین ہے؟

انڈین سائنس کانگریس

انڈین سائنس کانگریس کا اجلاس امسال جنوری کی ابتدائی تاریخون مین بنگلور مین ریاست میسور کی سرپرستی مین منعقد ہوا، سائنس کے مختلف شعبون کے اہل علم نے محققانہ خطبے پڑھے، حیدرآباد دکن کے قرب سے کانگریس کا یہ اجلاس میسور اور حیدرآباد دکن کی متفقہ علمی کوششون کا نظارہ گاہ تھا، اور جامعہ عثمانیہ کے بعض پروفیسرون کے مضامین دلچسپ تھے، ڈاکٹر رضی الدین صدیقی پروفیسر ریاضی کا مقالہ اہم تھا،

مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے مشرقی کتب خانہ مین دو نئے اضافے ہوئے ہین، نواب عبد السلام خان مرحوم رامپور اور نواب اسمٰعیل خان میرٹھ کے کتبخانے یہان منتقل ہوکر آگئے ہین، نواب عبد السلام خان کا کتب خانہ ان کی تمام عمر کی کمائی تھی، اور نواب اسمٰعیل خان کا کتب خانہ ایک قدیم خاندان کی یادگار ہے،

"ع ز"

ادبیات

فطرت اور انسان

از جناب اسد خان صاحب اسد ملتانی بی اے، دہلی

چل اے ہوائے زمستان! چل، اور زور سے چل
تو سرد مہری احباب سے زیادہ نہین

جلا، خوشی سے جلا، آفتاب تابستان!
کہ تجھ مین شائبۂ آتش عناد نہین

بتر ہین، بارش بے اعتبار! تجھ سے بتر
وہ دوست جن کی وفا پر کچھ اعتماد نہین

نثار، باد خزان! تیری بے ریائی پر
وہ جن کے ظاہر و باطن مین اتحاد نہین

مین تیرا بندۂ احسان ہون اے نسیم بہار!
کہ تو نے جو کئے احسان وہ تجھ کو یاد نہین

اسد مظاہر فطرت کی سادگی کی قسم
فریب خوردۂ اہل زمانہ شاد نہین

(مستفاد از شکسپیر)

"حسن ذاتی"

از مولوی سید ابراہیم صاحب نجم ندوی بی اے

اک حسین، زہرہ جبین، خورشید طلعت، ماہ رو
نیک محضر، نیک سیرت، نیک طینت، نیک خو

صید آلام و مصائب، مظہر شان خدا
جسم نورانی پہ ڈالے ایک بوسیدہ ردا

اک سراپا بیکسی اک سر بسر تصویرِ یاس | اک دن آئی پابرہنہ مسندِ شاہی کے پاس
پاسِ ناموس و حیا قفلِ زبانِ بیقرار | ہاتھ مین جامِ گدائی جس سے حاجت آشکار

بول اٹھے حکامِ شاہی روئے تابان دیکھ کر | "یہ جہانِ حسن مین ہی غیرتِ شمس و قمر
یون ہے روشن جامۂ کہنہ مین حسنِ لاجواب | جسطرح ہو بدلیون مین جلوہ گستر ماہتاب"
ہوگیا کوئی تو صیدِ یک نگاہِ سحر کار | اور دامِ گیسوئے شبفام کا کوئی شکار
چشمِ میگون دیکھکر کوئی تو دیوانہ ہوا | اور کوئی عارضِ روشن کا پروانہ ہوا
(ایک تو خود چاند تھا اس حسن سے اے انجم ماند | سادگی نے اور بھی اس مین لگائے چار چاند)

موجزن دل مین ہوا جو خیر مقدم کا خیال | تخت سے نیچے اترآیا وہ شاہِ پرجلال
پھر وفورِ شوق مین بڑھکر لیے اُسکے قدم | اور فرمایا کہ "ہو تو زینت افروزِ حرم"

یہ وہی ہی جس کو کل تھا صنفِ نازک سی گریز | آج ہے پہلو مین اسکے اک پری رو عطر بیز
"حسنِ ذاتی کو غرض زیور کی کچھ حاجت نہین | چرخ پر محتاجِ آرایش نہین مہرِ مبین"

(ترجمۂ "دی بیگر میڈ" از ٹینس)

اقبال اور ٹیگور

از جناب سید مقبول حسین صاحب احمد پوری، بی اے، لکھنؤ

ٹیگور

مانا کہ نورِ مشعلِ ایمان نہین ہے تو | مانا کہ بحرِ معنیِ عرفان نہین ہے تو
مانا کہ تیرا حسن فسونِ مجاز ہے | اور یہ کہ تیرا سوز بھی مضراب ساز ہے

پھر بھی تری رگون مین محبت کا خون ہو | تیرا پیام ایک پیامِ سکون ہے
فرحت ہے روح کو ترے سچے پیام سے | اور دل مین لطف ہے ترے پیارے کلام سے

حق نے ترے کلام مین ایسا اثر دیا،
مغرب کے دل کو جذبۂ مشرق سے بھر دیا

اقبال

تیرا پیام حسنِ عمل، راستیِ خیال | ماضی جو تیرا خواب، تو تعبیر عہدِ حال
دنیا سرابِ وہم دکھاتی نہین تجھے | بیکار کوئی شے نظر آتی نہین تجھے
پیغامِ جستجو ہین تری نغمہ ریزیان | ہین نکہتِ حیات تری عطر بیزیان
ہے تیرا عشق محرمِ تاثیرِ آرزو | اور تیرا حسن مظہرِ تغییرِ رنگ و بو

تو بھی ہے مشرقی، ترے جوہر بھی مشرقی
ساقی بھی، خم بھی، بادہ و ساغر بھی مشرقی

نورِ شمس

از نواب زادہ سید شمس الحسن بی اے ال ال بی بھوپال ہوس، لکھنؤ،

حسن کو بے نقاب ہونا تھا | عشق کو باریاب ہونا تھا
حسن مین اضطراب ہونا تھا | عشق کا کچھ جواب ہونا تھا
رات بھی ان کو خواب مین دیکھا | عمر بھر محوِ خواب ہونا تھا
زندگی وجہِ نامرادی ہے | اک نیا انقلاب ہونا تھا
بے نیازی کی شان ہی یہ تھی | آپ اپنا جواب ہونا تھا
تم سے شکوا نہین محبت مین | مجھ کو خانہ خراب ہونا تھا

مطبوعاتِ جدیدہ

ولی اللہ:- مؤلفہ مولوی ابو العلاء محمد اسمٰعیل صاحب گودہروی، حجم ۷۶ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی اوسط درجہ، قیمت ۱۰/ پتہ:- مولانا محمد سورتی صاحب، قرول باغ، دہلی،

یہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے مختصر سوانح حیات ہیں جو "ولی اللہ" کے نام سے لکھے ہیں، اگرچہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی میں، اردو میں بعض اور کتابیں شائع ہو چکی ہیں، لیکن اس رسالہ میں شاہ صاحب کے حالات کو بہتر طریقہ تالیف میں مرتب کیا گیا ہے، اور اگرچہ رسالہ مختصر، اور مباحث تشنہ ہیں، تاہم شاہ صاحب کے احوال میں اس وقت سب سے بہتر کتاب ہے، مصنف کا مقصد ہے کہ وہ آیندہ اس کو زیادہ تفصیل سے لکھیں گے، رسالہ کی ابتدا میں مولانا محمد سورتی صاحب کا ایک مقدمہ ہے، جسمین ہندوستان میں شاہ صاحب کی خدمتِ حدیث پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور اسی ذیل میں ہندوستان کی جماعت اہلحدیث پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں بعض غیر متعلق باتیں درج رسالہ ہیں، جنکی ضرورت نہ تھی۔

امام محمدی:- مترجمہ مولوی محمد صاحب مدرس مدرسہ محمدیہ، دہلی، حجم ۱۵۲ صفحے، کاغذ معمولی، لکھائی چھپائی اوسط درجہ، قیمت ۸/ پتہ:- دفتر اخبار محمدی اجمیری دروازہ دہلی،

مولوی محمد صاحب اڈیٹر اخبار محمدی دہلی نے تاریخ خطیب بغدادی میں سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے سوانح حیات کا اردو ترجمہ مع عربی متن، رسالہ کی شکل میں "امام محمدی" کے نام سے شائع کیا ہے، شیخ ابو بکر خطیب بغدادی کو امام صاحب کے مسلک اور اصول سے سخت اختلاف تھا، اس لیے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں زیادہ تر ان کے مخالف پہلوؤں کو اور ایسی کمزور روایتوں کو جو مخالفوں کی جانب سے امام صاحبؒ کی طرف منسوب ہیں درج کیا ہے، لیکن فنِ رجال کا مشہور قول ہے کہ مخالف مذہب کی جرح مقبول اور معتبر نہیں ہوتی، اس لیے علامہ خطیب بغدادی کے تمام علم و فضل کے باوجود

امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ان کی تحریر مستند نہیں، اس لیے مولوی محمد صاحب کا عمداً ایسی تحریر کو استناد کے ساتھ اردو میں منتقل کرنا نہ تو علم کی کوئی خدمت ہے اور نہ دین کی، امام صاحبؒ کے متعلق ان تمام اعتراضات کے مدلل جوابات بارہا دیئے جا چکے اور اب اسی سوال و جواب میں عمر ضائع کرنا بیکار ہے، آج حنفیت اور شافعیت اور اہلحدیثیت کی معرکہ آرائیوں کا وقت نہیں، نفس اسلام کی خدمت کی ضرورت ہے، ہمارے بعض دوستوں کے لیے یہ سطریں تلخ ہونگی، مگر حق ہیں،

جمال امجد
حج امجد } از مولوی سید احمد حسین صاحب امجد، حجم بہ ترتیب ۲۲۴ و ۱۸۷ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت بہ ترتیب ۸/ و ۱۲/ پتہ:- سید عبدالقادر صاحب تاجر کتب چار مینار حیدرآباد دکن و عماد پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن،

حضرت امجد حیدرآبادی، اپنی رباعیات سے اردو علم ادب میں شہرت رکھتے ہیں، جمالِ امجد موصوف کی خود نوشت سرگذشت کا ایک دلآویز مرقع ہے، حضرت امجد کے کلام میں فلسفہ و تصوف کی لطیف آمیزش کے ساتھ مسرت و انبساط اور حسرت و غم دونوں تاثرات کی ایسی جھلک ہوتی ہے کہ پڑھنے میں دونوں اثرات پیدا ہوتے ہیں، کلامِ امجد کی اس خصوصیت کا راز ابھی تک سمجھ میں آتا نہ تھا کہ جمالِ امجد نے یہ پردہ چاک کیا، امجد ایک برباد گھرانے کا جو دریائے موسیٰ کی طغیانی کے نذر ہوا، خانمان برباد یادگار تھا، جو اپنی ماں، بیوی، اور اکیلی بچی کو سیلاب کے منجدھار میں ڈوبتے دیکھتا رہا، اور خود حسرت نصیب ایک درخت سے سہارا لیے کھڑا رہا، اور پھر اسی خانہ ویرانی کی یاد میں دن کاٹ رہا تھا کہ سلمٰی کا جمال نظر آیا، اور غم و الم سے بیٹھے ہوئے دل پر حسن و عشق کی ایک نئی عمارت کھڑی ہو گئی، سلمٰی نے امجد کی زندگی میں ایک نیا انقلاب پیدا کیا کہ سلمٰی صرف سلمٰی نہ تھی بلکہ اُسے تصوف کا اعلیٰ مذاق تھا، ادب کا بہترین ذوق تھا، اور فہم و ادراک، غور و فکر اور دقیقہ رسی و دور بینی کا ایسا ملکہ عطا ہوا تھا کہ بقول امجد "اکثر ایسا ہوتا کہ انھوں نے کوئی بات کہی، اور ہم نے حیرت سے منھ کھول دیا، وہ تقریر کرنے لگیں ہم ہمہ تن سنتے رہے، کبھی کبھی انھی بحثوں میں آدھی آدھی رات گذر جاتی" امجد و سلمٰی کے مکالمے "ساتواں نوشتہ" کے تحت میں ہیں دریائے موسیٰ کی طغیانی کے حالات کتاب کے چھٹے باب میں ہیں، یہ دونوں کتاب کے اہم حصے ہیں، ورنہ یوں پوری کتاب امجد کے دلچسپ طرز بیان سے مطالعہ کے لائق ہے، کہ جس سے ذوق ادب کی تشفی ہوتی ہے، اور کاہش دل کی تسکین،

حج اجمد مین حضرتِ اجمد کے سفرِ حجاز کی روداد ہے، جو تصوّف کے رنگ مین اپنے اسی طرزِ بیان مین قلمبند ہوئی ہے، جو اجمد کا مخصوص رنگ ہے، یہ کتاب حج و زیارت اور حجازی تأثرات کا دلپسند مرقع ہے،

مرقعِ اکبرآباد، مؤلفہ جناب مولوی سعید احمد صاحب مارہروی، حجم ۲۳۲ صفحے، کاغذ عمدہ، لکھائی چھپائی اوسط درجہ، قیمت عہ، پتہ:- جناب سعید احمد صاحب مارہروی منیجر شعیب محمدیہ ہائی اسکول آگرہ،

آگرہ کو ہندوستان کے عہدِ اسلامی مین اس کے دار السلطنت ہونے کے باعث جو نمایان امتیاز رہا ہے، اس کا تقاضا تھا کہ اس شہر کی جداگانہ مکمل تاریخ اردو مین مرتب کیجاتی، مسرت ہے کہ اردو کے پرانے اہل قلم مولوی سعید احمد صاحب مارہروی نے یہ مفید خدمت انجام دی ہے، اور اس کو "مرقع اکبرآباد" یعنی تاریخِ آگرہ" کے نام سے موسوم کیا ہے، جو آگرہ کے عہدِ قدیم سے دورِ حاضر تک کی تاریخ، اور یہان کی تمام شاہی عمارات و دیگر آثار قدیمہ کے حالات پر مشتمل ہے، کتاب ایک مقدمہ اور سات ابواب مین تقسیم ہے، مقدمہ مین عمارات اکبرآباد کی مناسبت سے اسلامی طرزِ تعمیر کے فن پر روشنی ڈالی گئی ہے، پھر پہلے باب مین آگرہ کی تاریخی سرگذشت بیان کیگئی ہے، یون تو آگرہ کی تاریخ اسلامی ہند کے تاریخی دور مین سے سکندر لودھی سے شاہجہان تک کے زمانہ کی گویا ہندوستان کی تاریخ ہے، لیکن مصنف اس حسنِ انتخاب پر مستحق مبارکباد ہین، کہ اس دور کے کثیر تاریخی انبار مین سے ایسے واقعات چن لیے ہین، جو تاریخِ آگرہ کے مناسبِ حال ہو سکتے ہین، دوسرے باب سے آگرہ کی عمارتون کا ذکر شروع ہوتا ہے، اور مختلف سمتون کے لحاظ سے عمارات و آثار قدیمہ کے تذکرہ کو چھ بابون مین تقسیم کیا گیا ہے، اور اس طرح آگرہ کی مشہور عمارات تاج محل، موتی مسجد، قلعہ اکبرآباد، دیوان عام، اور مقبرۂ اکبر اعظم وغیرہ کے تفصیلی مرقع کے علاوہ تقریباً پانچ چھ سو مختلف عمارات مقابر مساجد اور باغات وغیرہ کا نہایت مفصل تذکرہ کیا گیا ہے، جسمین ہر عمارت کی خصوصیات، بانی کے تاریخی حالات اصحابِ مقابر کے تاریخی حالات اور ہر عمارت کی جزوی پیمائش، عہدِ اسلامی مین ان کی جائے وقوع، اس عہد کی تاریخی کتابون مین اس کے تذکرے، عہدِ حاضر مین اس کے آثار، اور اگر آثار بھی مٹ چکے ہین، تو ان کی جائے وقوع کی تحقیق موجودہ جغرافیائی حوالون سے، ہر ہر جز کو تفصیل سے بتایا گیا ہے، اسی کے ساتھ برطانوی عہد کی قابلِ ذکر عمارتون اور نیز عہد اسلامی مین آگرہ کے محلون کے نقشے اور ان کا تطابق عہدِ حاضر کے جغرافی حالات سے دکھایا گیا ہے، اور نیز مصنف نے آگرہ سے مراد عہدِ اسلامی کے ضلع آگرہ کے حدود لیے ہین، اس لیے موجودہ ضلع آگرہ کے علاوہ اوسکے قرب و جوار کی عمارتون اور اہم مقامات کا ذکر بھی تفصیل سے آیا ہے، کتاب مین مختلف عمارتون کے تقریباً بیس پچیس فوٹو بھی منسلک کئے گئے ہین، جنسے کتاب کی دلچسپی مین مزید اضافہ ہو گیا ہے، "مرقع اکبرآباد" صحیح معنون مین تاریخِ آگرہ کا ایک نہایت دلآویز محققانہ تاریخی مرقع ہے، جس کی قدر اس وقت اور زیادہ ہو جائے گی، جب ان مختلف عمارتون کے یہ آثار باقیہ بھی فنا ہو جائینگے، ہم مصنف کو اکبر تبہ پھر اس مفید علمی خدمت پر مبارکباد دیتے ہین،

مجالسِ رنگین، مرتبہ پروفیسر سید مسعود حسن صاحب رضوی ایم اے، حجم ۷۰ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ قیمت مجلد شاید عہر یا عہ ہو، پتہ: انجمن اردو لکھنؤ،

مجالس رنگین، سعادت یار خان رنگین کا ایک مختصر رسالہ ہے، جس کو پروفیسر سید مسعود حسن صاحب رضوی ایم اے نے مرتب کر کے شائع کیا ہے، مجالس رنگین مین سعادت یار خان نے اپنے مختلف مقامات شاہجہان آباد، عظیم آباد، بنارس اور فرخ آباد وغیرہ کی مختلف ادبی صحبتون اور رنگین مجلسون کے حالات الگ الگ چند چند سطرون مین لکھے ہین، رسالہ سے اس عہد کی ادبی دلچسپیون پر روشنی پڑتی ہے، مرتب نے اپنے مقدمہ مین رسالہ سے سعادت یار خان رنگین کے حالات اخذ کر کے جداگانہ طور پر مرتب کئے ہین، اگر فیض میر کی طرح مجالس رنگین کا ترجمہ بھی مقدمہ مین کر دیا جاتا تو بہتر تھا، آخر مین فہرستِ اشخاص و اماکن منسلک کیگئی ہے،

کلامِ جوہر، یعنی مولانا محمد علی مرحوم جوہر کے کلام کا مجموعہ، ناشر مکتبہ جامعہ ملیہ قرول باغ دھلی، حجم ۱۵۶ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ، قیمت:- عمر

مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے مجموعۂ کلام کا یہ تازہ اڈیشن ہے، جسمین پرانی اور نئی تمام نظمین اور غزلین شامل ہین، ابتدا مین مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کا مقدمہ ثبت ہے،

نظمِ ہاشمی، از جناب سید ہاشمی فریدآبادی، حجم ۳۱ صفحے، تقطیع چھوٹی، چھپائی خوشخط ٹائپ کی، کاغذ نہایت عمدہ، قیمت ۴ر، پتہ:- انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن،

مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی کی ان تین نظمون کا یہ مجموعہ ہے، جو انھون نے اورنگ آباد کی مختلف جلسون مین پڑھی تھین، اگرچہ یہ نظمین تین مختلف عنوانون " نظرِ قاصد" "سراغِ جم" اور "عہدِ تسخیر" پر ہین لیکن اشاعت کے وقت تینون مین ربط و تسلسل پیدا کرنے کی کوشش کیگئی ہے،

تجلیاتِ فرخ، از جناب سید واجد علی صاحب، فرخ بنارسی، حجم ۱۰ اصفحے، جیبی تقطیع، کاغذ اور لکھائی چھپائی اوسط درجہ، قیمت ۴ر، پتہ:- جناب علی ہادی صاحب محلہ انصار اناؤ،

تجلیاتِ فرخ، جناب سید واجد علیصاحب فرخ بنارسی کے کلام کا مجموعہ ہے، جو مختلف اصناف شاعری نظم، غزل، قصیدہ، اور رباعیات پر مشتمل ہے، مجموعہ کا آغاز مولوی رضی احمد صاحب رضی بدایونی کے تبصرہ اور مولوی ضیاء احمد صاحب ایم اے پروفیسر علیگڈھ یونیورسٹی کے مقدمہ سے ہوتا ہے، مقدمہ اور تبصرہ مین جناب فرخ کی شاعری پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے،

فرہنگ الانوار المنتجبہ من ریاض القیروان والقرطبہ از مولوی سید اشرف صاحب ندوی کچھوچھوی، حجم ۹۳ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی نہایت ناقص، کاغذ اوسط درجہ، قیمت درج نہین، پتہ:- منیجر انوار المطابع لکھنؤ،

الانوار المنتجبہ من ریاض القیروان والقرطبہ کے نام سے مولوی ضیاء الحسن صاحب ندوی ایم اے انسپکٹر امتحانات مشرقی الہ آباد یونیورسٹی نے عربی علم ادب کا انتخاب شائع کیا تھا، مولوی سید اشرف صاحب ندوی نے اسی کا فرہنگ تیار کرکے شائع کیا ہے، جو رسالہ کی کلید کے طور پر ہے، فرہنگ کتاب کے صفحون کی ترتیب پر ہے،

اردو کی تیسری کتاب، (زنانہ مدرسون کیلئے) مرتبہ جناب محمد نصیر ہمایون بی اے حجم ۲۰ صفحے، لکھائی چھپائی اچھی، قیمت درج نہین، پتہ:- پنجاب پرنٹنگ ورکس بک ڈپو انارکلی لاہور،

یہ رسالہ زنانہ مدارس کی چھوٹی لڑکیون کیلئے مرتب کیا گیا ہے، مضامین کا انتخاب لڑکیون کے مناسب اور بہتر ہے، زبان بھی اچھی ہے، رسالہ لڑکیون کے پڑھانے کے لائق اور مدرسون مین رواج دینے کے قابل ہے،

"مس"

جلد بست و نہم ۲۹ | ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۲ء | عدد ۴

مضامین